گلزارِ فارسی

Gulzar i-Farsi

برائے یازدہم جماعت
(گیارہویں جماعت کے لیے)

FOR CLASS XI

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر
ek/;fed f'k{kk ckM] jktLFkku] vtej

گلزارِ فارسی

Gulzar i-Farsi

برائے یازدہم جماعت
(گیارہویں جماعت کے لیے)

FOR CLASS XI

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

ek/;fed f'k{kk ckM] jktLFkku] vtej

گلزارِ فارسی

Gulzar i-Farsi

برائے یازدہم جماعت (گیارہویں جماعت کے لیے)

FOR CLASS XI

مرتّبین

ڈاکٹر صولت علی خان (کنوینر)

Dr. Saulat Ali Khan
(Convener)
Deptt. of Persian
Govt. P.G. S.P.C. College, Ajmer

پروفیسر عمر کمال الدین

Professor Umar Kamaluddin
H.O.D. Persian
University of Lucknow
Lucknow (U.P.)

ڈاکٹر خورشید جہاں نقوی

Dr. Khurshid Jahan Naqvi
Associate Professor
Deptt.,of Urdu & Persian
University of Rajasthan, Jaipur

وحید الحق

Waheedul Haque
(Lecturer in Urdu)
Govt. Sr. Secondary School, Jahazpur
Bhilwara

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

ek/;fed f'k{kk ckM] jktLFkku] vtej

کمیٹی برائے ترتیبِ درسی کتاب

کتاب : گلزارِ فارسی Gulzar i-Farsi

برائے یازدہم جماعت (گیارہویں جماعت کے لیے)

FOR CLASS XI

کنوینر

ڈاکٹر صولت علی خان (کنوینر)

Dr. Saulat Ali Khan

(Convener)

Deptt. of Persian, Govt. P.G. S.P.C. College, Ajmer

اراکین

پروفیسر عمر کمال الدین

Professor Umar Kamaluddin

H.O.D. Persian

University of Lucknow, Lucknow (U.P.)

ڈاکٹر خورشید جہاں نقوی

Dr. Khurshid Jahan Naqvi

Associate Professor

Deptt.,of Urdu & Persian, University of Rajasthan, Jaipur

وحیدالحق

Waheedul Haque

(Lecturer in Urdu)

Govt. Sr. Secondary School, Jahazpur, Bhilwara

دولفظ

طالبِ علم کے لیے درسی کتاب منظّم مطالعے اور مبصّرانہ صلاحیت کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔مواد اور طریقۂ تعلیم کی رو سے درسی کتاب کے معیار کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ درسی کُتب کو دقیق (مشکل) اور محض مدح و قدح کی مثال نہیں بنانا چاہیے۔ درسی کتاب آج بھی درس و تدریس اور طریقۂ تعلیم کا ضروری اور اہم ذریعہ ہے۔ جسے ہم نظرانداز نہیں کر سکتے۔

گذشتہ کچھ برسوں سے مادھیمک شکشا بورڈ، راجستھان کے نصاب میں لسانی اور تہذیبی اقدار کی نمائندگی کی کمی شدّت سے محسوس کی جا رہی تھی۔تاہم صوبائی حکومت نے نویں جماعت سے بارہویں جماعت تک کے طلبا و طالبات کے لیے بذریعہ مادھیمک شکشا بورڈ راجستھان، اپنا نصاب مرتب کر کے نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اسی کے مطابق بورڈ نے درسی کتب، تسلیم شدہ نصاب کے مطابق تیار کرائی ہیں۔امید ہے کہ یہ کتب طلبا و طالبات میں فکر و تدبّر اور اظہار خیال کی صلاحیت کے روشن مواقع فراہم کریں گی۔

پروفیسر بی۔ایل۔چودھری

صدر

مادھیمک شکشا بورڈ راجستھان اجمیر

پیش لفظ

مادھیمک شکشا بورڈ راجستھان ، اجمیر کے زیرِ اہتمام پیشِ نظر کتاب ''گلزارِ فارسی'' گیارہویں جماعت کے فارسی طالبِ علموں کی نصابی ضرورت کی تکمیل کے لیے مرتب کی گئی ہے۔اس کا خاص مقصد یہ ہے کہ طلبہ وطالبات کے اخلاقی کردار کو ابھارا جا سکے جس سے وہ بھارت کے بہترین ناگرک بننے کے ساتھ ساتھ بھارت کی گنگا جمنی تہذیب وتمدن اور ثقافت سے روشناس بھی ہوں اور حُبِّ وطن اور وطن کی محبت میں جاں فدا کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکے اور ساتھ ساتھ طلبہ و طالبات کو فارسی زبان و ادب سے متعلق نہ صرف ضروری اطلاعات فراہم ہوں بلکہ ان کی علمی ،فکری اور تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ ہو۔نصاب میں شامل اسباق کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ وہ فارسی ادب کی اہم اصناف کے تعارف پرمبنی ہو۔اس سلسلے میں ان اصناف کے معروف اور نمائندہ ادباء وشعراء کی نگارشات کو شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔

طلبہ وطالبات پر نصاب کا بوجھ زیادہ نہ ہواس لیے اختصار کوملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔لیکن معیار سے کوئی سمجھوتا نہیں کیا گیا ہے۔اسباق کے انتخاب میں طالبِ علموں کی آسانی کے لیے فارسی حروف شناسی ،لسانی استعداد اور ذخیرۂ الفاظ میں بتدریج اضافے کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔سبق سے پہلے صنف اور مصنف یا شاعر کا تعارف کرایا گیا ہے۔سبق کے بعد مشکل الفاظ کے معانی، ترجمہ، مشقی اور تفصیلی سوالات وقواعد وغیرہ کے ذریعہ اُن کی فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ طلبہ وطالبات نہ صرف فارسی زبان وادب کو نصابی ضرورت کی تکمیل کے لیے پڑھیں بلکہ ان کے اندر اس کے علمی سرمایہ کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہو سکے اور ان کے اندر فارسی ادب کی دوسری کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو سکے۔

مُرتّبین

فہرست

صفحہ نمبر		عنوان	
i	(پروفیسر بی۔ایل۔چودھری)	دولفظ	☆
ii	(مرتّبین)	پیش لفظ	☆

حصّۂ فارسی حروف شناسی و عام معلومات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
2	ترتیبِ الفبائی فارسی	۱
6	چہار فصلیں	۲
6	چہار سمت	۳
7	روزہائی ہفتہ	۴
8	اسم ہائی ماہ ہا	۵
9	ہندسہ شناسی	۶
12	اعضائی جسم	۷
14	جغرافیائی اصطلاحات	۸

حصّہٗ نثر

صفحہ نمبر	نثر نگار (ادیب)	عنوان	نمبر شمار
18	مصلح الدین سعدیؔ شیزاری	انتخابِ گلستانِ سعدیؔ	۱
46	نظامیؔ عروضی سمرقندی	چہار مقالہ	۲
55	حسین بن واعظ کاشفی	انوارِ سہیلی	۳
62	نصیر الدین طوسی	اخلاقِ ناصری	۴
70	مرزا حبیب قاآنی	انتخابِ از کلیاتِ قاآنی	۵

حصۂ نظم

نمبرشمار	عنوان	شاعر	صفحہ نمبر
۱	حمد (ای نام تو بہترین سرآغاز)	نظامیؔ گنجوی	91
۲	مناجات (کریما بہ بخشائی بر حال ما)	سعدیؔ شیرازی	103
۳	قطعہ (بس نامور بزیرِ زمین دفن کردہ اند) قطعہ (زندہ است نام فرخِ نوشیروان بہ عدل)	سعدیؔ شیرازی	113
۴	قطعہ (مرد باید کہ ہر کجا باشد) قطعہ (بطریقی رود کہ مردم را)	ابنِ یمینؔ	118
۵	غزل (دل سراپردۂ محبت اوست)	حافظؔ شیرازی	126
۶	غزل (جان زتن بردی و در جانی ہنوز) غزل (عاشق شدم و محرم این کار ندارم)	امیر خسروؔ دہلوی	140
۷	نظم (مادر)	ایرجؔ مرزا	160

فارسی قواعد

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	کلمہ	171
۲	اسم	171
۳	فعل	171
۴	صفت	172
۵	ضمیر	172
۶	واحد	172
۷	جمع	172
۸	مذکّر	174
۹	مؤنث	174
۱۰	زمانہ	175
۱۱	ماضی	175
۱۲	حال	175
۱۳	مستقبل	176
۱۴	مضارع	176

حصّہ

فارسی حروف شناسی و عام معلومات

ترتیب الفبائی فارسی

Persian Alphabetic Order

فارسی الف با کی ترتیب

Vowels واکہھا

نام صدا Name of sound	تلفظ صدا Pronunciation of the sound	نشانۂ خطی صدا Written symbol of the sound	
		شکل چاپی Printing form	شکل دست نویس Hand Written form
اَلِف	a	ا آ	ا آ
زِبَر، فتَحه	a	ـَــ اَ	ـَــ اَ
زیر کَسره	e	اِ ـِــ ـہ ہ	اِ ـِــ ـہ ہ
پیش، ضَمّه	o	اُـُــو	اُـُــو
واو	u	او و	او و
واو	ow	اُوـُــو	اُوـُــو
یِ	I	ای یـ ی	ای یـ ی
یِ	ey	اِیـِــیـِی	اِیـِــیـِی

ترتیب الفبائی فارسی

Persian Alphabetic Order

فارسی الف با کی ترتیب

Consonants همخوانها

نام صدا Name of sound	تلفظ صدا Pronunciation of the sound	نشانۂ خطی صدا Written symbol of the sound	
		شکل چاپی Printing form	شکل دست نویس Hand Written form
بِ	b	بـ ب	بـ ب
پِ	p	پـ پ	پـ پ
تِ	t	تـ ت	تـ ت
ثِ	s	ثـ ث	ثـ ث
جیم	j	جـ ج	جـ ج
چِ	ch	چـ چ	چـ چ
حِ	h	حـ ح	حـ ح
خِ	kh	خـ خو خ	خـ خو خ
دال	d	د د	د د
ذال	z	ذ ذ	ذ ذ

نام‌صدا Name of sound	تلفظ‌صدا Pronunciation of the sound	نشانهٔ خطی صدا Written symbol of the sound	
		شکل چاپی Printing form	شکل دست نویس Hand Written form
رِ	r	ر ر	ر ر
زِ	z	ز ز	ز ز
ژِ	zh	ژ ژ	ژ ژ
سین	s	سـ س	سـ س
شین	sh	شـ ش	شـ ش
صاد	s	صـ ص	صـ ص
ضاد	z	ضـ ض	ضـ ض
طا	t	ط ط	ط ط
ظا	z	ظ ظ	ظ ظ
عِین	vowel sound	عـ ـعـ ـع ع	عـ ـعـ ـع ع
غِین	gh	غـ ـغـ ـغ غ	غـ ـغـ ـغ غ

نام صدا Name of sound	تلفظ صدا Pronunciation of the sound	نشانهٔ خطی صدا Written symbol of the sound	
		شکل چاپی Printing form	شکل دست نویس Hand Written form
فِ	f	فـ ف	فـ ف
قاف	gh	قـ ق	قـ ق
کاف	k	کـ ـک	کـ ـک
گاف	g	گـ گ	گـ گ
لام	l	لـ ل	لـ ل
میم	m	مـ م	مـ م
نون	n	نـ ن	نـ ن
واو	v	و و	و و
هِ	h	هـ ـهـ ـه	هـ ـهـ ـه
یِ	y	یـ ی	یـ ی

چہار فصل (چار موسم)

فارسی	اردو	مارچ،اپریل	اپریل،مئی	مئی،جون
بہار	بہار	فروردین	اردی بہشت	خرداد
تابستان	گرمی	جون،جولائی	جولائی،اگست	اگست،ستمبر
		تیر	مرداد	شہریور
پائیز	خزاں	ستمبر،اکتوبر	اکتوبر،نومبر	نومبر،دسمبر
		مہر	آبان	آذر
زمستان	سردی	دسمبر،جنوری	جنوری،فروری	فروری،مارچ
		دی	بہمن	اسفند

چہار سمت

فارسی		اردو
شِمال		اُتر (شِمال)
جُنوب		دکھن (دکن)
مشرق		پورب (مشرق)
مغرب		پچھّم (مغرب)

روزہای ہفتہ   ہفتہ کے دن

	فارسی	اردو
۱	شنبہ	ہفتہ سنیچر
۲	یکشنبہ	اتوار
۳	دوشنبہ	پیر
۴	سہ شنبہ	منگل
۵	چہارشنبہ	بدہ
۶	پنج شنبہ	جمعرات
۷	آدینہ	جمعہ

اسم ہائی ماہ ہا ۔مہینوں کے نام

	ماہ ھای شمسی	ماہ عیسوی
۱	فروردین	۲۱/مارچ تا ۲۰ اپریل
۲	اردی بہشت	۲۱/اپریل تا ۲۱/مئی
۳	خُرداد	۲۲ مئی تا ۲۱ جون
۴	تیر	۲۲ جون تا ۲۲ جولائی
۵	مُرداد	۲۳ جولائی تا ۲۲/اگست
٦	شہریور	۲۳ اگست تا ۲۲/ستمبر
۷	مہر	۲۳ ستمبر تا ۲۲/اکتوبر
۸	آبان	۲۳/اکتوبر تا ۲۱/نومبر
۹	آذر	۲۲/نومبر تا ۲۱/دسمبر
۱۰	دی	۲۲/دسمبر تا ۲۰ جنوری
۱۱	بہمن	۲۱/جنوری تا ۱۹/فروری
۱۲	اسفند	۲۰/فروری تا ۲۰/مارچ

ہندسہ شناسی   فارسی گنتی کی پہچان

علامت	فارسی	اردو
١	یک	ایک
٢	دو	دو
٣	سہ	تین
٤	چہار	چار
٥	پنج	پانچ
٦	شش	چھ
٧	ہفت	سات
٨	ہشت	آٹھ
٩	نہ	نو
١٠	دہ	دس

ہندسہ شناسی   فارسی گنتی کی پہچان

اردو	فارسی	علامت
گیارہ	یازدہم	۱۱
بارہ	دوازدہم	۱۲
تیرہ	سیزدہم	۱۳
چودہ	چہاردہم	۱٤
پندرہ	پانزدہم	۱٥
سولہ	شانزدہم	۱٦
سترہ	ہفدہم	۱۷
اٹھارہ	ہجدہم	۱۸
انیس	نوزدہم	۱۹
بیس	بست	۲۰

اردو	فارسی	علامت
بیس	بست	۲۰
تیس	سی	۳۰
چالیس	چہل	۴۰
پچاس	پنجاہ	۵۰
ساٹھ	شصت	۶۰
ستر	ہفتاد	۷۰
اسّی	ہفتاد	۸۰
نوّے	نود	۹۰
سو	صد	۱۰۰
ہزار	ہِزار	۱۰۰۰

اعضائی جسم بدن کے اعضاء

فارسی	اردو
سر	سر
پیشانی	ماتھا
ابرو	بھوں
گوش	کان
لب	ہونٹ
زبان	زبان
گردن	گردن
سینہ	سینہ
دست	ہاتھ
انگشت	انگلی

فارسی	اردو
مو	بال
بینی	ناک
چشم	آنکھ
دہن	منہ
دندان	دانت
گلو	گلا
شانہ	کندھا
قلب	دل
بازو	بازو
شکم	پیٹ

فارسی		اردو
پہلوی راست		داہنا پہلو
پہلوی چپ		بایاں پہلو
پا		پیر
زانو		گھٹنا
استخوان		ہڈی
پوست		کھال

جغرافیائی اصطلاحات

فارسی	اردو
زمین	زمین
خورشید/آفتاب	سورج
دریا	سمندر
کنار/ساحل	ساحل
رود	ندی
کوہ	پہاڑ
دہہ	دیہات
شہرک	قصبہ
استان	صوبہ
راہ	راستہ
شب	رات

فارسی	اردو
آسمان	آسمان
ماہ	چاند
دریاچہ	تالاب/جھیل
جزیرہ	جزیرہ
نہر	چشمہ/نہر
آبشار	جھرنا
شہر	شہر
کشور	ملک
دانشگاہ	یونیورسٹی
روز	دن
شاہراہ	سڑک

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

معانی	الفاظ
چار	چہار
نام	اسم
گنتی، عدد	ہندسہ
عضو کی جمع	اعضاء
نشان	علامت
تن	جسم بدن
آواز، گونج، آہٹ	صدا
موسم، رُت	فصل
دِشا، طرف، جانب، رُخ، جہت	سَمت
دن	روز
اصطلاح کی جمع	اصطلاحات

مشق

۱۔ فارسی الفبا کو لکھ کر مشق کریں۔

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر ان کی مشق کریں۔

شہرک۔ کوہ۔ دانشگاہ۔ آبشار۔ دریاچہ۔ جزیرہ۔

۳۔ استاد کی مدد سے فارسی اصطلاحات کو یاد کریں۔

سوالات:

۱۔ فتحہ کس کو کہتے ہیں؟

۲۔ کسرہ کس کو کہتے ہیں؟

۳۔ ضمہ کس کو کہتے ہیں؟

۴۔ فارسی میں چار سمتوں کے نام لکھئے۔

۵۔ چار فصلوں کے نام فارسی میں لکھئے۔

۶۔ آدینہ کس کو کہتے ہیں؟

۷۔ چار جغرافیائی اصطلاحات کے نام لکھئے۔

تفصیلی سوالات:

۱۔ فارسی گنتی کو یک (ایک) سے صد (سو) تک لکھیے۔

۲۔ اعضائی جسم کو تفصیل سے لکھیے۔

۳۔ جغرافیائی اصطلاحات کو تفصیل سے لکھیے۔

حصّہ نثر

مصلح الدین سعدؔی شیرازی

عہد ایلخانی فتنہ وفساد کا دور ہے، سر زمین ایران میں بے گناہوں کے قتل وخونریزی کا عہد ہے، گھروں، مسجدوں، تعلیمی اداروں اور کتب خانوں کی ویرانی کا دور ہے، اسی پرفتن دور میں سعدؔی شیرازی پیدا ہوئے جن کے ادبی کارناموں نے اہل ایران کے مجروح دلوں پر مرہم کا کام کیا۔

سعدؔی کے نام میں محققین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، لیکن بیشتر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کا نام شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدؔی تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش میں بھی شدید اختلاف ہے وجہ یہ ہے کہ کسی بھی قدیم تذکرے میں آپ کی پیدائش کا سال درج نہیں ہے۔ محققین نے آپ کی پیدائش کی دو تاریخ لکھی ہے ایک ۵۸۵ھ اور دوسری ۶۰۶ ھ۔ آپ کے سلسلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ سو سال سے زیادہ زندہ رہے۔ اس روشنی میں رضازادہ شفق نے گلستان جو ۶۵۶ ھ میں تصنیف ہوا، سے ایک شعر نقل کیا ہے جو یوں ہے:

ای کہ پنجاہ رفت و در خوابی!
مگر این پنج روزہ دریابی

اور لکھا ہے کہ اس شعر کی روشنی میں ۶۰۶ ھ میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ مختلف قرائن کے پیش نظر یہی سال درست بھی معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی وفات ۶۹۱ ۔ ۶۹۴ ھ کے درمیانی سالوں میں خود ان کے وطن شیراز میں ہوئی اور وہ اسی شہر میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار ''سعدیہ'' کے نام سے مشہور ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ سعدؔی کی وفات کے مذکورہ سال سے تقریباً تمام تذکرہ نگار

اور تاریخ نگار متفق ہیں۔

عین جوانی میں سعدیؔ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے جیسا کہ درج ذیل اشعار سے ظاہر ہے:

مرا باشد ز حال طفلان خبر
کہ در طفلی از سر برفتم پدر
من آنکہ سر تاجور داشتم
کہ سردر کنار پدر داشتم

سعدیؔ کے اجداد اہل علم و دانش تھے اور علوم دینی میں شہرت رکھتے تھے ، خود فرماتے ہیں :

ہمہ قبلۂ من عالمان دین بودند
مرا معلم عشق تو شاعری آموخت

سعدیؔ نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی اور اس کے بعد بغداد روانہ ہوئے اور وہاں مشہور مدرسہ نظامیہ اور دوسری علمی محفلوں میں کسب علوم کیا۔ جوانی ہی سے بے چین روح رکھتے تھے کسی ایک جگہ پابند ہو کر نہ رہے۔ ساری دنیا میں گھومنا اور لوگوں کو دیکھنا چاہتے تھے۔شوق جہاں گردی کے سوا ان کا وطن ایران مغلوں کے ہجوم میں گرفتار اور فارس خوارزم شاہیوں اور اتابکوں کی اولاد کی کشمکش میں مبتلا تھا اس لئے ان کا دل اپنے وطن سے اچاٹ ہو گیا اور پھر انہوں نے جہان گردی شروع کر دی اور ۳۰ سے ۴۰ سال کی مدت مسافرت ہی میں گذاری۔ بغداد، شام اور مکہ سے لے کر شمالی افریقہ تک گھومتے رہے، مختلف شہر اور گونا گوں ملتوں کو دیکھا، مختلف مذاہب اور فرقوں سے واقف ہوئے اور مختلف طبقات انسانی سے اختلاط پیدا کیا۔ غالباً اس مسافرت کا آغاز غیاث الدین خوارزم شاہی کے حملۂ فارس کے سال یعنی ۶۲۲ھ سے ہوا ہوگا اور اگر گلستان کی بعض حکایتیں صرف شاعرانہ تخیلات نہیں ہیں تو سعدیؔ نے کاشغر، ہندوستان اور ترکستان کا بھی سفر کیا ہے۔ ایک روایت کی رو سے وہ مکہ کے سفر میں تبریز پہنچے اور وہاں

اباقاآن،صاحب دیوان،اوراس کے بھائی سے ملاقات کی۔

اس طولانی سفراورآفاق وانفس کی سیر کے بعد سعدؔی تجارب معنوی اورافکار عالیہ کی ایک دنیا لئے ہوئے شیراز واپس آئے۔وہاں ان کے ممدوح اورسرپرست اتا بک ابوبکر بن سعد بن زنگی (۶۲۳۔۶۶۸ ھ) حاکم تھا،اور چاروں طرف امن وامان تھا،جیسا کہ سعدؔی فرماتے ہیں:

چو باز آمدم کشور آسوده دیدم
پلنگار ها کرده خوی پلنگی

اسی عہد میں سعدؔی کوفراغت نصیب ہوئی، لہٰذاانہیں تصنیف وتالیف کا خیال آیااور ''گلستان'' و ''بوستان'' لکھی،اپنے نغموں اوراپنے کلام کو یکجا کیا،بکھرے ہوئے اشعار وقطعات کومرتب کیا۔ سعدؔی ان خوش نصیب شاعروں میں ہیں جنھوں نے اپنی جوانی کی ابتدا میں ہی اپنی شہرت کا غلغلہ سنااور ان کی یہ ناموری اتا بک ابوبکر کے زمانے میں کمال کوپہنچی جیسا کہ'' بوستان'' میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

که سعدؔی که گوی بلاغت ربود
در ایام بو بکر بن سعد بود

''گلستان'' اور '' بوستان '' کے علاوہ سعدؔی کے قصائد،غزلیات،قطعات،ترجیع بند، رباعیات،مقالات اورعربی قصائد بھی ہیں جوان کے کلیات میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔سعدؔی اتابکان فارس کے علاوہ صاحب دیوان اوراس کے بھائی عطا ملک جیسے مشاہیر سے بھی تعلق رکھتے تھے،ان کی مدح بھی کی ہے۔اپنے زمانے کے شاعروں اورادیبوں سے بھی ان کے تعلقات اچھے تھے، چنانچہ مجد ہمگر جوخود اتا بک ابوبکر کے دربار سے منسلک تھا،سعدؔی کے بارے میں لکھتا ہے:

از سعدؔی مشہور سخن شعر روان جوی
کو کعبہ فضل است دلش چشمہ زمزم

علاوہ ازیں خواجہ حافظ شیرازی، امیر خسرؔو دہلوی وغیرہ جیسے عظیم غزل گو شاعروں نے بھی سعدؔی کی برتری اور بزرگی کو قبول کیا ہے۔

آیندہ نسلوں نے سعدؔی کا جتنا اثر قبول کیا، دنیا میں ان کی جتنی شہرت ہوئی، مشرقی خصوصاً ایرانی ادبیات پر انہوں نے جو اثر ڈالا، ان سب کا ذکر اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہے۔

شاعری

سعدؔی شیرازی کو فارسی غزل کا موجد کہا جاتا ہے متقدمین میں الگ سے باضابطہ غزل لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ وہ قصیدہ کی ابتداء میں تشبیب کے جو اشعار کہتے تھے انھیں کو غزل کہا جاتا تھا۔ سعدؔی شاعر پہلا شاعر ہے جنہوں نے غزل کو صحیح معنوں میں غزل کو غزل بنایا۔ ان کی غزلوں میں جو خاص باتیں ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

جذبات نگاری میں سعدؔی بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں ۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ ان کی آپ بیتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلوں میں سوز و مستی کے احساس کا بیشتر مظاہرہ ہوتا ہے۔

عاشقانہ مضامین کا حال یہ تھا کہ سعدؔی سے قبل غزل میں نہایت سادگی سے ادا کیے جاتے تھے لیکن جب سعدؔی کا وقت آیا تو انہوں نے اس میں جدت پیدا کی اور معمولی سے معمولی مضامین آپ کے جدت ادا کے باعث بہت بلند ہو گئے ۔ سعدؔی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بیدار دل عارف و صوفی بھی تھے لہٰذا ان کی بعض غزل تصوف و عرفان میں بھی ہیں جن کو پڑھ کر اہل حال پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سعدؔی چونکہ ایک صوفی انسان تھے ان کی بزرگی کا شہرا بھی تھا لہٰذا انہوں نے اخلاق کو بھی اپنی غزل کا موضوع قرار دیا۔ ان کی ایسی غزلوں میں پند و نصیحت کا عنصر غالب ہے۔ انہوں نے اپنی ایسی ہی

غزلوں کی مدد سے بنی آدم میں احساسِ آدمیت کو اُبھارا ہے۔

سعدؔی نہایت آزاد خیالات آدمی تھے دولت و جاہ کی خاطر ان کی جبیں کسی چوکھٹ پر نہیں جھکی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قصیدوں میں بے جا خوشامد کی جگہ پند و نصیحت ہے۔ سعدؔی کے قصیدوں کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت سادہ اور صاف ہوتے ہیں اور یہی خوبی سعدؔی کو دوسرے قصیدہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔ سعدؔی نے قصیدہ گوئی میں ایک نئی راہ نکالی، ان کی توجہ الفاظ و تراکیب پر نہیں بلکہ معانی و بیان کی طرف ہے۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں واضح طور پر سیدھے سادھے الفاظ میں کہہ جاتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی ان کے بیان کی سادگی نہایت دلکش اور مؤثر ہوتی ہے۔

سعدؔی نے مرثیہ گوئی میں بھی ایک نئی راہ نکالی ہے آپ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے کسی ایک آدمی کا مرثیہ لکھتے ہوئے پوری قوم کی نوحہ خوانی کی ہے۔ مثلاً سعدؔی نے خلیفہ مستعصم باللہ کا مرثیہ لکھا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سعدؔی شیرازی نے شاعری کی تمام اصناف پر بخوبی طبع آزمائی کی ہے لیکن ان کا امتیاز شاعری میں غزل اور صرف غزل ہے۔

گلستان

''گلستان'' سعدیؔ کی شاہکار تصنیف ہے، یہ کتاب ۶۵۶ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ سعدیؔ ایک قادر الکلام شاعر اور معجز بیان نثر نگار تھے۔ فارسی ادبیات کی تاریخ میں سعدیؔ کا مقام نہایت بلند ہے۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان کو یہ بلند مقام شاعری کی وجہ سے حاصل ہے یا نثر نگاری کے باعث بہارؔ نے لکھا ہے کہ سعدیؔ کی شخصیت اور استادانہ عظمت کو'' گلستاں'' میں دیکھنا چاہیئے۔ اگر اس چھوٹی سی مگر گرانقدر نثر کی کتاب کا وجود باقی نہ رہتا، تو سعدیؔ کی دوتہائی عظمت جاتی رہتی۔ اور فارسی ادب اس گراں بہا اور عظیم ذخیرے سے محروم رہ جاتا۔ کیوں کہ ایسی کتاب نہ عصر گذشتہ میں لکھی گئی نہ زمانۂ آئندہ میں لکھی جائے گی۔ (بہار، سبک شناسی ج ۳، ص ۱۲۵)

''گلستان'' کو شیخ سعدیؔ کے کلام کا خلاصہ اور لب لباب سمجھنا چاہئے۔ فارسی نثر میں کوئی کتاب اس قدر مقبول نہیں ہوئی جتنی'' گلستان'' مقبول ہوئی۔ ایران، افغانستان، ہندوستان اور پاکستان میں ''گلستان'' کسی نہ کسی صورت میں شامل نصاب ہے۔ اسے فارسی زبان کا ذوق رکھنے والا ہر شخص پڑھتا ہے۔

''گلستان'' کی بنیادیں تو اخلاق پر ہے، جو روکھا، پھیکا اور بے نمک موضوع ہو کر رہ گیا ہے، لیکن'' گلستان'' اخلاقی کتاب ہونے کے باوجود ہر زمانے میں مقبول خاص و عام رہی ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں روز مرّہ کی زندگی کے حالات و واقعات نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، حسن بیان اور لطف ادا نے اسے بھی دلچسپ بنا دیا ہے۔

''گلستان'' ایک تمہید اور ۸؍ابواب پر مشتمل ہے، جس کی ترتیب حسب ذیل ہے:۔

باب اوّل:۔

''سیرت پادشاہان''

باب دوم:۔

''اخلاق درویشان''

باب سوم:۔

''فضیلتِ قناعت،،

باب چہارم:۔

''فضیلت خاموشی''

باب پنجم:۔

''عشق و جوانی''

باب ششم:۔

''ضعف و پیری''

باب ہفتم:۔

''تاثیر تربیت''

باب ہشتم:۔

''آداب صحبت''

یوں تو ''گلستان'' کے اسلوب پر مستقل ایک کتاب لکھنے کی ضرورت ہے لیکن یہاں بقدر گنجائش اس کی صرف چند خصوصیات درج کی جاتی ہیں:

۱۔ سعدؔی عموماً چھوٹے چھوٹے فقرے لکھتے ہیں، لیکن بقول مولانا حاؔلی ''یہ ریشم کے لچھے معلوم ہوتے ہیں۔'' آپ کی نثر میں نظم کی سی روانی ہے۔

۲۔ ''گلستان'' کی تشبیہات بہت سادہ، شگفتہ اور تازہ ہیں۔

۳۔ ایجاز و اختصار کے معاملے میں بھی یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے، سعدؔی وسیع مضامین کو مختصر الفاظ مین اس طرح لاتے ہیں کہ معنی کی ایک دنیا ان میں سما جاتی ہے۔ اس فن میں سعدؔی کے پایہ کو اور کوئی ادیب نہیں پہنچ سکا۔

۴۔ موزون، متناسب اور ہم آہنگ الفاظ کے استعمال میں بھی سعدؔی کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کے فقرے سننے سے وہی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جو خوش آہنگ سُروں کو سُننے سے پیدا ہوتی ہے، چند مثال ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

''محال است کہ ہنرمندان بمیرند و بی ہنران جائی ایشان گیرند۔''

''نان جو خوردن و نشستن بہ ز کمر زرین بستن و بخدمت ایستادن۔''

۵۔ آپ کے فقروں میں اتنی بے ساختگی پائی جاتی ہے ان میں سے بعض کو ضرب المثل کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ مثلاً ''دروغ مصلحت آمیز بہ ز راستی فتنہ انگیز۔''

توانگری بہ دل ست نہ بمال

وبزرگی بہ عقل ست نہ بسال

۶۔ مسجع و مقفع عبارت آرائی میں بھی سعدی کو مہارتِ کلی حاصل ہے انھوں نے نظم کی طرح نثر کے فقرات میں بھی اکثر ناپ تول کا خیال رکھا ہے اور قافیہ پیمائی بھی کی ہے، یہی وجہ ہے کہ جملوں

میں شعروں کی شان پیدا ہوگئی ہے:

''نگہداشتن کار خردمندان نیست۔''

''چشمش نگران است کہ ملکش بادگران است۔''

۷۔ سعدیؔ کے گلستاں کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ نثر میں اس خوبصورتی اور موزونیت کے ساتھ نظم کا پیوند لگاتے ہیں کہ وہ نثر کا ہی ایک حصّہ معلوم ہوتی ہے۔اس سے مضمون زیادہ مؤثر اور دلچسپ ہوجاتا ہے۔

۸۔ سعدیؔ نے گلستان کی عبارت کو احادیث نبویؐ اور آیات قرآنی سے بھی زینت بخشی ہے یہی وجہ ہے کہ مضمون میں بلندی پیدا ہوگئی ہے۔

''گلستان'' کے مطالعہ سے یہ بات بھی روشن ہوتی ہے کہ سعدیؔ کی حیثیت ایک معلّم اخلاق کی ہے۔انہوں نے بہت سے اخلاقی مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب کا شاید ہی کوئی ایسا صفحہ ہوگا جس میں اخلاقی تربیت کا مؤثر سبق نہ ملتا ہو اور اس وجہ سے آپ کا مقام بھی بہت بلند ہے۔

سعدیؔ معلّم اخلاق تو تھے، لیکن ان کے بعض اخلاقی نظریئے عام اخلاقی نظریوں سے مختلف نظر آتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ بادشاہ وقت یا حاکم کی ہاں میں ہاں ضرور ملانی چاہیئے، خواہ وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو، اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو کہو، جی ہاں رات ہی ہے، وہ دیکھئے چاند چمک رہا ہے اور ستارے ٹمٹمارہے ہیں۔

اگر شہ روز را گوید شب است این

بباید گفت اینک ماہ و پروین

انسان کی عادت بدل جاتی ہے، مگر اس کی فطرت نہیں بدلتی، خواہ اسے کتنی ہی عمدہ تربیت کیوں نہ دلائی جائے، لیکن یہ بھی اپنی جگہ پر درست ہے کہ کوئی شخص فطرتاً برا نہیں ہوتا، دراصل ماحول کے اثر سے

انسان برا یا بھلا ہوتا ہے، سعدیؔ کے برعکس یوں فرماتے ہیں کہ:

زمین شور سنبل بر نیارد
درو تخم عمل ضائع مگرادن

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

نکوی بابدان کردن چنان است
کہ بد کردن بجای نیک مردان

اس شعر کا مفہوم اپنی جگہ، لیکن اونچے اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ بُروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے، ممکن ہے اسی طرح اس کی اصلاح ہو جائے۔

انتخاب از گلستان سعدیؔ باب ہشتم

حکمت (۱)

مال از بہر آسائش عمراست نہ عمر از بہر گرد کردن مال عاقلی را پرسیدند کہ نیک بخت کیست و بد بخت چیست گفت نیک بخت آنکہ خورد و کشت و بد بخت آنکہ مُرد و ہشت۔

مکن نماز براں ہیچ کس کہ ہیچ نہ کرد
کہ عمر در سر تحصیل مال کردو نخورد

مشکل الفاظ اوران کے معانی

معانی	الفاظ
دولت	مال
کے لئے، واسطے	بہر
زندگی کا آرام، زندگی کی راحت	آسائشِ عمر
جمع کرنا	گرد کردن
عقل مند	عاقل
اچھی قسمت والا	نیک بخت
بری قسمت والا	بدبخت
کھایا	خورد
بونا، کھیتی کی	کشت
مرگیا	مُرد
چھوڑ گیا	ہشت
نماز جنازہ مت پڑھ	مکن نماز
کسی ایسے شخص	ہیچ کس
حاصل کرنا، جمع کرنا	تحصیل کردن
نہیں کھایا	نخورد

ترجمہ

مال و دولت زندگی کے آرام کے لئے ہے، نہ کہ زندگی مال جمع کرنے کے لئے ، ایک عقل مند سے لوگوں نے پوچھا خوش قسمت کون ہے اور بدقسمت کون؟ اس نے جواب دیا اچھی قسمت والا وہ ہے کہ جس نے کھایا اور بویا (یعنی لوگوں کو کھلایا) اور بری قسمت والا وہ ہے کہ جو مر گیا اور (اپنے پیچھے مال و دولت) چھوڑ گیا۔

شعر

کسی ایسے شخص کی نماز جنازہ مت پڑھ کہ جس نے کچھ (نیک عمل) نہ کیا
جس نے مال و دولت جمع کرنے میں اپنی زندگی ختم کر دی اور کچھ نہ کھایا

مشق:

مندرجہ ذیل الفاظ دس دس مرتبہ اپنی کاپی میں لکھیے۔

آسائش۔	نیک بخت۔	بدبخت۔
خوردوکشت۔	مُردوہشت۔	تحصیل۔

سوالات:

۱۔ مال کس لئے ہوتا ہے؟

۲۔ عقل مند سے کیا سوال کیا گیا؟

۳۔ اس سوال کا جواب عقل مند نے کیا دیا؟

۴۔ کھانے اور بونے سے کیا مراد ہے؟

۵۔ سخاوت اور کنجوسی میں کیا اچھا ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ سعدیؔ شیرازی کی سوانح حیات لکھیے۔

۳۔ اس کہانی سے آپ کو کیا نصیحت ملتی ہے؟ بیان کریں۔

حکمت (۲)

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطّار بگوید دتا چون طبلۂ عطّارست
خاموش و ہنرنمای ونادان چون طبل غازی بلندآواز ومیان تہی

عالم اندر میانہ جہال
مثلی گفتہ اند صدیقان

شاہدی درمیان کور انست
مصحفی درکفشت زندیقان

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی
مشک	مشہور خوشبو، جو ہرن کے نافہ سے نکلتی ہے
بوید	خوشبو دیتا ہے
عطّار	خوشبو والا، عطر بیچنے والا
دانا	عقل مند
چون	مثل، جیسے، مانند
طبلہ	ڈبّہ (عطر کی شیشی)
خاموش	چپ
ہنر نما	ہنر دکھانے والا
طبل	ڈھول
غازی	لڑنے والا، قتل کرنے والا
میان	درمیان
تہی	خالی
جہال	جاہل کی جمع
زندیق۔زندیقان	زندیک کا معرب، بمعنی ملحد، بے دین، کافر
مثلی	ایک مثال

شاہدی	ایک معشرق
کوران	اندھوں (کور کی جمع ہے)
مصحفی	ایک قرآن مجید
کنشت	بت خانہ، آتشکدہ، یہودیوں وعیسایئوں کا عبادت خانہ

ترجمہ

مشک وہ ہے جوخودخوشبودے نہ کہ عطاّر (عطرفروش) بتائے، عقل مند کی مثال عطرفروش کے ڈبّے (شیشیوں) کی طرح ہے جوچپ ہے (لیکن اپنے) جوہر دکھانے والا ہےاورنادان غازی کے ڈھول کی طرح ہے جو (اگرچہ) بلند آواز ہےاوراندر سے خالی ہے۔

قطعہ

عالم جاہلوں کے گروہ میں (کیسا ہوتا ہےاس بارے میں) سچّے لوگوں نے ایک مثال (اس طرح) بیان کی ہے کہ (جیسے) اندھوں کے درمیان ایک حسین معشوق ہے (یا) کافروں کی عبادت گاہ میں ایک قرآن مجید ہے (لیکن اپنی لاعلمی کی وجہ سے وہ اس کی قدروقیمت سے ناواقف ہیں۔)

مشق:

مندرجہ ذیل الفاظ کولکھ کر مشق کیجیے۔

عطّار۔ طبلہ۔ طبل۔ غازی۔

جہاّل۔ صدّیقان۔ زندیقان۔ مصحف۔

سوالات:

۱۔ مشک کس طرح حاصل کیا جاتا ہے؟

۲۔ عطّار سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۳۔ عطر کی شیشی اور ڈھول میں کیا فرق بتلایا گیا ہے؟

۴۔ جاہلوں کی محفل میں عالم کی مثال کیا بیان کی گئی ہے؟

۵۔ ڈھول کی کیا صفت ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ سعدیؔ شیرازی نے اس میں کیا درس دیا ہے۔

۳۔ گلستان پر ایک نوٹ لکھیے۔

حکمت (۳)

تلمذ بی ارادت عاشق بی زر ست و روندۂ بی معرفت مرغ بی پر، و عالم درخت بی بر، و زاہد بی علم خانۂ بی در، مراد از نزول قرآن تحصیل سیرت خوب ست نہ ترتیل سورتِ مکتوب ، عامی متعبّد پیادہ رفتہ است و عالم متہاون سوارِ خفتہ عاصی کہ دست بردارد بہ از عابد کہ در سر دارد۔

سرہنگ لطیف خوی دلدار
بہتر زفقیہ آدم بیزار

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
تلمیذ	شاگرد
بی ارادت	بدعقیدہ
عاشق	چاہنے والا
بی زر	مفلس، نادار
روندہ	مسافر
بی معرفت	پہچان نہ رکھنے والا
مرغ	پرندہ، چڑیا
بی بَر	بغیر پھل والا
زاہد	عبارت گذار، پرہیزگار
تحصیل	حاصل کرنا، سیکھنا
ترتیل	قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کو مخرج کی ادائیگی کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑھنا
مکتوب	لکھی ہوئی
متعبّد	عبادت کرنے والا
متہاون	سُست، کاہل

عاصی	گنہ گار
عامی	جاہل، عام آدمی
سرہنگ	سپاہی
لطیف	نرم مزاج والا
فقیہ	فقہ جاننے والا شخص، عالم
مردم آزاد	لوگوں کوستانے والا

ترجمہ

بدعقیدہ شاگرد مفلس عاشق (کی طرح ہے) اور راستہ کی معلومات (پہچان) نہ رکھنے والا بے پر کا پرندہ ہے بے عمل عالم بے پھل کا درخت ہے، اور جاہل عبادت گزار بغیر دروازے کا گھر ہے قرآن مجید کے نازل ہونے کا (اصل) مقصد اچھی عادت کا سیکھنا ہے نہ (کہ) محض لکھی ہوئی سورتوں کو پڑھنا ہے، جاہل عبادت گذار پیدل چلنے والا ہے، سُست عالم سویا ہوا سوار ہے وہ گنہ گار جو دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے مغرور عبارت گذار سے بہتر ہے۔

بیت:۔ نرم مزاج دلداری کرنے والا سپاہی لوگوں کو ستانے والے عالم بہتر ہے۔

مشق:

مندرجہ ذیل الفاظ کولکھ کر مشق کیجئے۔

تلمیذ۔ رونده۔ بی عمل۔ درخت بی بر۔ خانۂ بی در۔

عاصی۔ عامی۔ عابد۔

سوالات:

۱۔ بدعقیدہ شاگرد کس طرح کا ہوتا ہے؟

۲۔ عالم بے عمل کو کیا بتایا گیا ہے؟

۳۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کا اصل مقصد کیا ہے؟

۴۔ مغرور عبادت کرنے والے سے افضل کون ہے؟

۵۔ نرم مزاج سپاہی کس سے بہتر ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ سعدیؔ نے اخلاق کی تعلیم کس طرح دی ہے؟

۳۔ ’’گلستان‘‘ پر ایک نوٹ لکھیے۔

حکمت (۴)

خلعت سلطان اگرچہ عزیزست جامۂ خلقان خود ازان بہ عزت ترو خوان بزرگان اگرچہ لذیذ خردۂ انبان خویش ازان بہ لذّت تر۔

سرکہ از دست رنج خویش و ترہ
بہتر از نان دہ خدای و برہ

مشکل الفاظ اوران کے معانی

معانی	الفاظ
پوشاک اور ملبوس جو بادشاہ وغیرہ لوگوں کو عطا کرتے ہیں	خلعت
بادشاہ	سلطان
کپڑا	جامہ
پرانا، بوسیدہ	خلقان
دسترخوان	خوان
مزہ دار	لذیذ
ٹکڑے (روٹی کے)	خردہ
جھولی، کشکول، فقیروں کی زنبیل	انبان
محنت۔تکلیف	رنج
سبزی	ترہ
زمیندار	دہ خدا
بکری کا بچّہ	برہ

ترجمہ

شاہی خلعت اگر چہ قیمتی ہے لیکن اپنا پھٹا پرانا کپڑا اس سے زیادہ باعزّت ہے۔اور بڑے لوگوں (امیروں) کا دسترخوان اگر چہ لذیذ ہے (لیکن) اپنی جھولی کے ٹکڑے اس سے زیادہ مزہ دار

ہیں۔

بیت :۔ اپنے ہاتھوں کی محنت کا سرکہ اور سبزی زمیندار کی روٹی اور بکری کے بچّہ (کے گوشت) سے بہتر ہے۔

مشق:

مندرجہ ذیل الفاظ کی لکھ کر مشق کیجیے۔

خلعت۔ خلقان۔ خوان۔ انبان۔

عزت تر۔ سوکہ۔ ترہ۔ برہ۔

سوالات:

ا۔ اس حکمت میں کس چیز کی تعلیم دی گئی ہے؟

۲۔ اپنا پرانا کپڑا کس سے بہتر ہے؟

۳۔ امیر آدمی کا دسترخوان عمدہ ہے یا اپنی روکھی سوکھی روٹی کے ٹکڑے؟

۴۔ اپنی محنت کی کمائی سے حاصل معمولی رزق کس چیز کے مقابلہ میں عمدہ ہے؟

تفصیلی سوالات

ا۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ سعدیؔ کی سوانح حیات بیان کریں۔

۳۔ مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟ بیان کرو۔

حکمت(۵)

درانجیل آمدہ است کہ ای فرزند آدم اگر تو انگری وہمت مشتغل شوی
بہ مال ازمن واگر درویش کنمت تنگ دل نشینی پس حلاوت ذکر من
کجادریابی وبہ عبادت کی شتابی

گہ اندر نعمتی مغرورو غافل
گہ اندر تنگ دستی خستہ و ریش

جو سراو ضرا حالت اینست
ندانم کی بحق پردازی ازخویش

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
انجیل	وہ صحیفہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیؑ کو عطا کیا تھا
توانگری	مالداری، دولت
مشتغل	معروف، مشغول، پھنسا ہوا
تنگ دل	رنجیدہ
حلاوت	مٹھاس
دریابی	حاصل کرے گا، محسوس کرے گا
شتابی	دوڑے گا، جلدی کرے گا
خستہ	تھکا ہوا، رنجیدہ
ریش	زخمی
سرّ اوضرّ ا	رنج اور خوشی
ندانم	میں نہیں جانتا
کی	کب
حق پردازی	خدا کی عبادت

ترجمہ

انجیل میں آیا ہے کہ اے آدمؑ کی اولاد اگر ہم تجھ کو مالداری دیں گے تو تو مال میں پھنس جائے گا اور ہم سے غافل ہو جائے گا اور اگر ہم تجھ کو مفلسی دیں گے تو رنجیدہ ہو کر بیٹھ جائے گا پھر ہماری یاد کی مٹھاس تو کہاں محسوس کر پائے گا؟ اور ہماری عبادت کے لئے کب دوڑے گا؟

قطعہ

کبھی تو دولت میں مغرور اور غافل ہے کبھی تنگدستی میں رنجیدہ اور زخمی ہے، جب خوشی اور رنج میں (تیری) یہ حالت ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ خود کو چھوڑ کر (میری) عبادت میں کب لگے گا؟

نظامؔی عروضی سمرقندی۔حیات اورکارنامے

نظامؔی کی تمام تر شہرت اس کی تالیف ''چہارمقالہ'' پر مبنی ہے،شاعر کی حیثیت سے اسے لوگ کم جانتے ہیں۔''چہارمقالہ'' کا مفصل ذکراس دورکی نثری کتابوں میں آئے گا۔یہاں صرف اس کے مختصر حالاتِ زندگی اورشاعرانہ حیثیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

اس کا نام احمد بن عمر بن علی،لقب نجم الدین اورتخلص نظامؔی ہےاس کے متعدد ہم عصروں نے اپنا تخلص نظامؔی رکھا تھا۔چنانچہ اس نے اپنا امتیاز برقرار رکھنے کے لئے اپنے نام کے ساتھ عروضی سمرقندری لکھنا شروع کیا اورشہرت پائی۔نظامؔی کے حالات زندگی تذکروں میں بہت کم ملتے ہیں۔''چہارمقالہ'' کے مطالعہ سےصرف اس قدرمعلوم ہوتا ہے کہ نظامؔی کو ۵۰۶ھ میں نیشاپور میں حکیم عمرخیامؔ کی صحبت میسرتھی ۳؍سال بعد وہ ہرات گیا جہاں اسے رودکؔی کی زندگی کے حالات و واقعات سُننے کا موقع ملا۔ ۵۱۰ھ میں اس نے نیشاپوراورطوسؔ کا سفرکیا جہاں اسے فردوسؔی سے متعلق کچھ اطلاعات فراہم ہوئی اور فردوسؔی کےمزار کی زیارت کی۔اسی زمانے میں سلطان سنجری کے ملک الشعراء،امیرمغزؔی کی وساطت سے سلجوقی دربار میں اس نے رسائی حاصل کی۔۵۱۲ھ میں وہ نیشاپور میں تھا۔۵۳۰ھ میں ایک بار پھر اسے نیشاپور جانے کا اتفاق ہوا۔اس مرتبہ اس نے حکیم عمرخیامؔ کےقبرکی زیارت کی۔

دولت شاہ سمرقندؔی کے مطابق نظامی عروضی سمرقندؔی نے ایک مثنوی نے ایک مثنوی ''دیس درامین'' تصنیف کی تھی،چنانچہ نمونے کےطور پر مثنوی کا حسب ذیل ایک شعر نقل کیا جاتا ہے:

ازان گویند آرش را کمان گیر

کہ از آمل بمرد انداخت او تیر

''تذکرہ دولت شاہ'' کے علاوہ کسی دوسرے تذکرے سے یہ بات قطعی ثابت نہیں ہوتی کہ یہ مثنوی نظامی عروضی سمرقندیؔ کی تصنیف ہے۔عوفیؔ نے تذکرہ ''لباب الالباب'' میں نظامی عروضی سمرقندیؔ کے پانچ قطعے نقل کئے ہیں۔ان میں سے ایک یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

چہ گوئی در علی آئی چہ گوئی — کہ خاک از خون این زن روبسی بہ
چہ گوئی درھمہ عالم کہ ازوی — شناسی درمروت ھیچ کس نہ
سر درویشی نکو دارد و لیکن — چو نیکوبنگری کس نیست در رہ
دو فرزند خلف کا ورا رسیدند — نیا میز و زہی دو گبر سگ زہ
چہ زیبا باشداندر چشم این میل — چہ نیکو باشداندر خلق آن زہ
برون رفتہ سرخس از چنگ ھر دو — بر آسودہ جہان از ننگ ھر سہ

عوفیؔ نے یہ بھی لکھا ہے کہ نظامیؔ عروضی سمرقندی نے متعدد مثنویاں لکھی تھیں ،لیکن فی زمانہ وہ ساری مثنویاں ناپید ہیں، یہاں تک کہ تذکروں میں ان کے نام بھی نہیں ملتے۔

نظم میں نظامیؔ عروضی کی کوئی یادگار باقی نہیں جس پر کچھ لکھا جائے لیکن نظامیؔ عروضی نے خود ''چہار مقالہ'' کے دوسرے مقالے میں بدیہہ گوئی کے ضمن میں لکھا ہے کہ ''میں جب شہزادہ شہید کے دربار میں تھا،تو وہ میرے متعلق بہت اعلیٰ خیال رکھتا تھا۔ایک مرتبہ رمضان کے آخری روزہ کے افطار کی تقریب میں امیر بلخ عمید سیف الدین ابوبکر محمد بھی آل غور کے دربار میں موجود تھا۔وہ اگرچہ نوعمر ہی تھا، لیکن ایک ماہر انشاء پرداز شخص تھا،لوگوں میں اسے بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ بادشاہ نے اس کا خیر مقدم کرنے کے بعد کہا کہ نظامیؔ کو بلاؤ،امیر عمیدؔ نے کہا،کیا نظامیؔ یہاں ہے؟ اسے بتایا گیا کہ نظامیؔ یہیں ہے۔امیر عمیدؔ نے سمجھا کہ یہ نظامیؔ منیری ہے چنانچہ اس کی تعریف کرنے لگا۔وہ کیا خوب شاعر ہے،اور لوگوں مین کتنا مقبول ہے۔''

حسب حکم نظامؔی عروضی دربار میں حاضر ہوا، آداب بجالایا اور قریب ہی ایک جگہ بیٹھ گیا، شراب کے ایک دو دور ہو چکے، تو امیر عمیؔد کہنے لگا" کیا نظامؔی نہیں آیا؟ بادشاہ نے جواب میں کہا، آیا تو ہے، دیکھئے وہ نظامؔی ہے، عمیؔد نے کہا میں نے اس کا ذکر نہیں کیا تھا، میں اسے نہیں جانتا، میں نے جس نظامؔی کا ذکر کیا تھا وہ اور شخص ہے۔"

یہ سُن کر بادشاہ کے چہرے پر ملال کے آثار نمودار ہوئے اور میری طرف متوجہ ہو کر کہا، کیا کوئی اور نظامؔی بھی ہے؟ میں نے جواب میں کہا، دلی نعمت! بیشک دو نظامؔی اور بھی ہیں ایک نظامؔی سمرقند کا رہنے والا ہے، جو نظامؔی منیری کے نام سے مشہور ہے، دوسرا نظامؔی نیشاپوری ہے جسے نظامؔی اثیری کہتے ہیں۔ بندہ نظامؔی عروضی ہے اس سے بادشاہ نے پوچھا شعر و سخن میں ان سے کون بہتر ہے؟ امیر عمیؔد نے محسوس کیا کہ یہ سوال کچھ ٹیڑھا سا ہے اور بادشاہ کے چہرے پر کچھ تغیر سا بھی آ گیا ہے، اس لئے کہنے لگا۔ آقا وہ دونوں کچھ جھگڑالو قسم کے ہین، شراب کے نشے میں محفل کو درہم برہم کر دیتے ہیں اور فتنہ و فساد برپا کر دیتے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے کہا ایک دور ہو جائے، تو پھر اس کو بھی دیکھنا کہ یہ کیسے مجلس کو برہم کرتا ہے۔ بادشاہ نے اپنا پھر وہی سوال دہرایا کہ ان تینوں میں شاعری کے لحاظ سے کون بہتر ہے؟ عمیؔد نے جواب دیا، ان دو کا مجھے ذاتی طور پر علم ہے لیکن ان سے ملنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا ہے، نہ ان کے شعر ہی کبھی سُنے ہیں اس لئے ان کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر اسی موضوع پر جو زیر بحث ہے نظامؔی عروضی کچھ تو میں ان کی قوت طبع کا اندازہ کر کے کچھ عرض کر سکوں گا کہ کون بہتر ہے۔

بادشاہ یہ سُن کر نظامؔی عروضی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا" نظامؔی" ہمیں نادم نہ ہونا پڑے، امیر عمید کی خواہش کے موافق کچھ سُناؤ۔"

" آل غور کے دربار میں میری فکر رسا اور طبیعت رواں تھی، اور میرے ممدوح کے انعام و اکرام نے میرے ذوق کو کچھ ایسی جلا دی تھی فی البدیہہ شعر آب رواں کی مانند چلے آتے تھے۔ میں نے اس

وقت قلم ہاتھ میں لیا۔شراب کے ابھی دو ہی دور ہوئے تھے کہ ذیل کے پانچ شعر کہہ کر حضور میں پیش کیا:

در جہان سہ نظامیم ، ای شاہ!   کہ جہانی ز ما با فغانند
من بو رسا و پیش تختِ شہم   واَن دودرمر و پیش سلطانند
بحقیقت کہ در سخن امروز   ہر یکی مفخر خراسانند
گر چہ ہمچو روان سخن گویند   درچہ ہمچو خرد سخن دانند
من شرابم کہ شان چو دریا بم   ہر دواز کا ر خود فروماند ند

میرے اشعار سُن کر امیر عمید آداب بجالایا اور کہنے لگا، بادشاہ سلامت! ان دو کا ذکر ہی کیا میں نے ماوراء النہر ،عراق اور خراسان بھر میں کوئی شاعر ایسا نہیں دیکھا جو اتنی خوبی سے ایسے شیریں اور روان پانچ شعر فی البدیہہ کہہ سکے اور ان کے معانی بھی طبع زاد ہوں۔

بادشاہ کہہ اٹھا ''نظامؔی خوش رہو کہ آج روئے زمین پر تمہاری کوئی نظیر نہیں۔'' اس پر عمید نے کہا ''دلی نعمت! نظامؔی بہت دانش منداور زودفہم شاعر ہے،فن شعر میں یدطولیٰ رکھتا ہے۔آپ کے اقبال سے اس وقت یہ یکتائے روزگار ہے، ابھی نوعمر ہے، جوں جوں وقت گذرے گا، اس کے شعروسخن کا مرتبہ اور بھی بلند ہوگا، یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور حکم دیا کہ رمضان کی پہلی تاریخ سے عیدقرباں تک نظامؔی کو سکّے دیئے جائیں۔ایک روایت ستّر دنوں میں نظامؔی کو ۱۲؍ ہزار من سکّے انعام میں ملے تھے۔

چہار مقالہ

نظامؔی کا نام ابوالحسن احمد ہے لیکن وہ نظامی عروضی سمرقندی کے نام سے ملقب ہے۔ ان کے حالات زندگی کی تفصیل نہیں ملتی۔ تاہم بحوالہ رضا زادہ شفق مولف تاریخ ادبیات ایران' نظامؔی نہ صرف فارسی انشاء عروض و بلاغت کا استاد تھا بلکہ اسے علم و ادب میں بھی بڑی مہارت تھی وہ شاعر بھی چنانچہ اس کی مشہور و معروف کتاب چہار مقالہ میں اس کی شاعری کے نمونے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

چہار مقالہ نظامؔی عروضی سمرقندی کی نادر و نایاب تصنیف ہے۔ یہ کتاب غوری خاندان کے ایک شاہ زادہ ابوالحسن حسام الدین کے نام معنون ہے۔ اس کا سن تصنیف ۵۲-۵۵۱ھ ہے۔ اس کتاب کا اصل نام ''مجمع النوادر'' ہے چونکہ اس میں چار بڑے نادر مقالے الگ الگ عنوانات سے شامل ہیں اس لئے ''چہار مقالہ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ چاروں مقالات کے عناوین مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مقالہ در ماہیت دبیری۔

۲۔ مقالہ در ماہیت علم شعر و صلاحیت شاعری

۳۔ مقالہ در ماہیت علم نجوم

۴۔ مقالہ در ماہیت علم طب

مذکورہ کتاب میں سادگی، سلاست، روانی اور اختصار موجود ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اپنے عہد کی ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔

ماخوذ از۔ چہار مقالہ

آردنماند

ہر صناعت کہ تعلق بہ تفکر دارد صاحب صناعت باید کہ فارغ دل ومرفہ باشد کہ اگر بخلاف این بود سہام فکر او متلاشی شود و بر ہدف صواب مجتمع نیاید زیرا کہ جز بجمعیت خاطر بچناں کلمات باز نتواند خورد، آوردہ اند کہ یکی از دبیران خلفائی بنی عباس بوالئی مصر نامہ می نوشت وخاطر جمع کردہ بود ودر بحر فکر غرق شدہ سخن می پرداخت چون در ثمین وماء معین ناگاہ کنیزکی درآمد وگفت'' آردنماند'' چنان کہ آں نامہ را تمام کرد پیش خلیفہ فرستاد واز ین کلمہ کہ نوشتہ بود ہیچ خبر نداشت، چون نامہ بخلیفہ رسید ومطالعہ کرد وبدان کلمہ رسید حیران فروماند خاطرش آن را بر ہیچ حمل نتوانست کرد کہ سخت بیگانہ بود کس فرستاد ودبیر را بخواند وآن حال از وپرسید وبر تخجل گشت وبراستی آن واقعہ را درمیان نہاد خلیفہ عظیم وعجب داشت گفت دریغ باشد خاطر چون شما بلغا را بدست وغائی مایحتاج باز دادن اسباب ترفیہ او چنان فرمود کہ امثال آن کلمہ دیگر ہرگز بغور گوشِ او فرونشد لاجرم آن چنان گشت کہ معانی دوکون در دولفظ جمع کردی۔

ترجمہ: آر دنماند

ہر وہ فن جس کا تعلق فکر کے ساتھ ہو اس فن کے عالم کا فارغ البال (بے فکر۔ مطمئن)

یعنی تمام زندگی بے فکری سے گذرے اور تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہونا چاہیے ورنہ تفکر کے تیر جستجو کے میدان میں چلیں گے تو ٹھیک طرح سے پورے نشانہ پر نہ بیٹھیں گے۔ کیونکہ جب تک پورا اطمنان دل کو نصیب نہ ہو ایسے مضامین نہیں لکھے جاتے مورخ لکھتے ہیں کہ خلفائے بنی عباس کے انشا پردازوں میں سے ایک پوری جمعیت خاطر کے ساتھ مصر کے گورنر کو خط لکھ رہا تھا۔ اور ٹھیک اسی وقت جب وہ غور وفکر کے دریا میں غوطے لگا کر سخن کی لڑی میں نکال نکال کر الفاظ کے موتی پرو رہا تھا۔ اس وقت دبیر کی ایک خادمہ آئی اور اس نے کہا ''آٹا نہیں ہے'' یہ صاحبِ فن دبیر اتنا پریشان ہو گیا کہ کلام کا سرا ہاتھ سے جاتا رہا اور اس بات سے اتنا متاثر ہوا کہ اس خط میں بھی ''آٹا نہیں ہے'' لکھ دیا۔ اس کے بعد خط کو پورا کر کے خلیفہ کے پاس پہنچا اور خلیفہ مذکورہ فقرہ پڑھ کر حیرت زدہ رہ گیا اور چونکہ جملہ بالکل بے ربط تھا۔ کوئی معانی نہ نکلتا تھا۔

آدمی بھیج کر اس نے دبیر کو بلایا اور اس سے حقیقت معلوم کی۔ دبیر شرمندہ ہوا۔ لیکن سچائی کے ساتھ اس نے حقیقت بیان کر دی۔ خلیفہ کو بہت تعجب ہوا اور فرمایا کہ اس خط کے ابتدائی حصّہ کو آخری پر وہی برتری حاصل ہے جو ''قل ہو اللہ احد'' کو ''تبت یدا ابی لہب پر''۔ لہٰذا تم جیسے بلیغ الانشاء انسان کو ضروریاتِ زندگی کے شور وغوغا کے ہاتھوں حوالے کرنا انتہائی افسوس ناک غلطی ہو گی اور اس کے بعد دبیر مذکور کے گذارے کا انتظام اس پیمانے پر کر دیا کہ دوبارہ اس قسم کی کوئی بات اس کے کان تک نہ آئے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دبیر مذکور اس درجہ کا انشاء پرداز ہو گیا کہ دو لفظوں میں دونوں جہان جمع کر دیتا تھا۔

مشکل الفاظ اور اس کے معانی

الفاظ	معانی
آرد	آٹا
صنعت	ہنر،فن
سہام	تیز
آوردہ اند	بیان کرتے ہیں،حکایت کی ہے
ثمین	گراں بہا،قیمتی
ماءمعین	جاری ورواں پانی۔جو پاک وصاف ہو
سیاقت	چلانا رواں کرنا
غوغا	شور،غول
صاحب	مالک جناب،دوست
باشد	ہوا کرے،کچھ بھی ہو(ہوگا)
خجل	شرمندہ۔نادم۔شرمسار
دریغ	افسوس رنج،غم،آہ

مشق:

۱۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

سہام۔ صنعت۔ غوغا۔ دریغ۔ سیاقت۔ خجل۔

سوالات:

۱۔ دبیر کس کو خط لکھ رہا تھا؟

۲۔ دبیر کی خادمہ نے کیا کہا؟

۳۔ خلیفہ نے دبیر کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا سبق ''آرد نماند'' کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی میں لکھیے۔

۲۔ نظامی عروضی پر ایک نوٹ لکھیے۔

ملا حسین واعظ کاشفی ۔حیات اور کارنامے

ملاّ حسین واعظ کاشفی (م ۹۱۰ ھ) کا شمار تیموری دور کے نامور مصنفین میں ہوتا ہے۔ پورا نام کمال الدین حسین تھا، اور کاشفی تخلص کرتے تھے۔ پیشہ خطابت تھا اسی مناسبت سے لوگ انہیں واعظ کہتے تھے۔علم حدیث اور قرآن پر انہیں مکمل عبور تھا۔ان کے علم کی شہرت سن کر سلطان حسین نے انہیں خراسان سے ہرات بلایا اور وہاں کا خطیب مقرر کیا۔ وہ اعلیٰ پایہ صوفی تھے، اور نقشبندیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ علم قرآن وحدیث کے علاوہ فقہ، حکمت، ادب اور نجوم میں بھی انہیں مہارت تھی۔

ملاّ حسین واعظ کاشفی اپنے عہد کے نہایت کامیاب نثر نگار ہیں۔عبارت میں ایسی رنگینی ہے اور جابجا ایسے موزون اشعار چسپاں کرتے ہیں کہ لطف آجاتا ہے۔ان کی عبارت سے متعلق یہ تبصرہ درست ہے کہ ''گلستان'' کے سے بے تکلف اور سہل فقرے ہیں، اور نہ ظہوری کے پیچ در پیچ استعارات وصنائع ہیں۔آورد ہے، مگر اعتدال کے ساتھ، مترادف الفاظ اور جملے ہیں مگر تکلیف دہ نہیں۔

ان کی تصانیف اس طرح ہیں: ''مخزن الانشاء'' اور ''روضۃ الشہداء'' ان دونوں کتابوں میں منشیانہ انداز اختیار کیا ہے۔''روضۃ الشہداء'' انبیاء اور اہل بیت کے مصائب پر مشتمل ہے۔صفوی دور میں مجالس عزا میں یہی کتاب پڑھی جاتی تھی۔اسی وجہ سے اس کو ''مجالس روضہ خوانی'' کہتے ہیں۔

(یہ ''دہ مجلس'' کے نام سے مشہور ہے۔اور ذاکری کی مقبول ترین کتاب مانی جاتی ہے اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے پہلی کتاب ہے۔)

انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی ہے جسکا نام ''مواھب الھیہ'' ہے۔علم اخلاق پر بھی ان کی

ایک کتاب ''اخلاقِ محسنی'' ہے جو بہت مشہور ہے۔ یہ کتاب سلطان حسین بایقرا کے نام معنون ہے۔ اس کتاب میں ۴۰؍ ابواب ہیں ۔قرآن مجید کی ایک اور مفصل تفسیر آپ سے منسوب ہے جس کا نام ''جواہرالاسرار'' یا ''جواہرالتفسیر'' ہے مختلف جواں مردوں کے گروہوں کے آداب ورسوم اور طرز تربیت و عقائد پر کاشفی کی ایک کتاب ''فتوت نامۂ سلطانی'' ہے مجموعی طور پر یہ فارسی زبان کی ایک معتبر کتاب ہے۔علم نجوم میں ''اختیارات'' اور ''سبعۂ کاشفیہ'' (جو سات جلدوں میں ہے) اور مثنوی مولوی کا خلاصہ ''لب لباب مثنوی'' کے نام سے اور ''لب لباب مثنوی'' کا خلاصہ ''لب لب'' کے نام سے لکھا ہے۔ مذکورہ کتابوں کے علاوہ بھی ان کی بہت ساری کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔

انوار سہیلی

یہ ملّا حسین واعظ کاشفی کی مشہور کتاب ہے اس میں جانوروں کی زبان میں حکایتوں کے ذریعہ اصولِ اخلاق کو بیان کیا گیا ہے اس کتاب کی اصل ''کلیلہ ودمنہ'' ہے۔ واعظ کاشفی کا ارادہ تھا کہ ابوالمعانی نصراللہ کی کتاب ''کلیلہ ودمنہ'' کو بہتر انداز میں اور سادہ ترین انداز میں بیان کرے اور عربی اشعار وامثلہ کو ترک کردے لیکن اس کا یہ مقصد پورا نہ ہوسکا اور اس کتاب کا سبک اس زمانہ کے مروّجہ پُرتکلف سبک کا تابع ہو گیا لطافت ومتانت میں ''انوار سہیلی'' ہرگز ''کلیلہ ودمنہ'' کا مقابلہ نہیں کرسکتی اس کے باوجود ''انوار سہیلی'' فارسی کی مشہورترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور خاص کر ہندوستان میں بہت مشہور و معروف ہے۔ ''انوار سہیلی'' میں اس نے فارسی زبان پر اپنی قدرت اور مہارت کا خوب ثبوت دیا ہے۔

ماخوذاز۔ انوارسہیلی

روباہ ومرغ

آوردہ اند کہ روباہی در بیشہ می رفت و بہ بوئے طعمہ ہرطرف می گشت بہ پائی درختی رسید کہ طبلی از پہلوئی آن آویختہ بودند و ہر گاہ بادی بورزیدی شاخی ازان درخت درحرکت آمدہ برروی طبل رسیدی وآواز سہمگین ازآن برآمدی۔روباہ زیردرخت مرغ خانگی دید کہ منقاردرزمین می زد وقوتی می طلبید ۔ درکمین نشستہ خواست کہ اُوراصید نماید کہ ناگاہ آوازِطبل بہ گوش اُورسید نگاہ کرد۔جثّہ دید بغایت فربہ آوازی مہیب استماع افتاد طامعہ روباہ درحرکت آمدہ باخود اندیشید کہ ہرآیئنہ گوشت وپوست اوفراخورآواز خواہد بود۔از کمین مرُغ بیرون آمد وروی بہ درخت نہاد ۔روباہ بصد محنت بہ درخت برآمد۔بسی بکوشید تا آن طبل رابدرید۔جزپوستی وپارۂ چوبی ہیچ نیافت ۔

ترجمہ۔ روباہ ومرغ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لومڑی جنگل میں جارہی تھی اور کھانے کی تلاش (یعنی شکار) میں ہر طرف پھر رہی تھی۔ ایک درخت کے نیچے پہنچی کہ ایک ڈھول لوگوں نے اس درخت کے ڈالے میں لٹکا دیا تھا۔ جب بھی ہوا چلتی تھی اس درخت کی شاخ ہل کر ڈھول تک پہنچتی تھی اور اس سے دہشتناک آواز نکلتی تھی۔ لومڑی نے درخت کے نیچے ایک پالتو مُرغ کو دیکھا جو اپنی چونچ زمین پر مارتا تھا اور اپنی غذا (کھانا) تلاش کررہا تھا۔ مرغ کو شکار کرنے کی گھات میں چھپ کر بیٹھ گئی اور جیسے ہی اس نے شکار کا ارادہ کیا اچانک ڈھول کی آواز اس کے کان میں آئی اس کی طرف نظر ڈالی ایک موٹا جسم دیکھا اور ایک دہشتناک آواز کان میں آئی۔ لومڑی کا لالچ بڑھا اس نے یہ خیال کیا کہ اس کے جسم اور آواز کے مناسبت سے اس میں گوشت پوست زیادہ ہوگا اور لومڑی مرغ کی گھات سے باہر آئی اور درخت کی طرف رُخ کیا۔ لومڑی بڑی محنت سے درخت پر چڑھی بہت کوشش کے بعد اس ڈھول کو پھاڑا۔ کھال اور لکڑی کے ٹکڑے کے علاوہ اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔

مشکل الفاظ اور اس کے معانی

الفاظ	معانی
روباہ	لومڑی
بیشہ	جنگل
طعمہ	کھانا
آوازِ سہمگین	دہشتناک آواز
منقار	چونچ
کمین	گھات کی جگہ
ناگاہ	اچانک
جثہ	جسم
غائت	انتہا
طامعہٗ	بڑا لالچی
طبل	ڈھول
مرغ خانگی	پالتو مُرغ
قوت	غذا۔کھانا
صید	شکار
گوش	کان

فربہ	موٹا
استماع	سننا
چوب	لکڑی

مشق:

مندرجہ ذیل الفاظ کولکھ کرمشق کریں۔

روباہ۔ طبل۔ منقار۔ استماع۔ صید۔ جثّہ۔ مہیب۔ طامعہً

سوالات۔

ا۔ یہ سبق کہاں سے لیا گیا ہے

۲۔ اس سبق کے مصنف کون ہے

۳۔ لومڑی نے جنگل میں کیا دیکھا۔

تفصیلی سوالات۔

ا۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو،انگریزی یاہندی زبان میں کریں۔

۲۔ واعظ کاشفی کی سوانح حیات بیان کریں۔

۳۔ انوار سہیلی پرایک نوٹ لکھیے۔

خواجہ نصیرالدین طوسیؒ۔حیات اور کارنامے

خواجہ نصیرالدین طوسیؒ (۵۹۷۔۶۷۲) بمطابق (۱۲۰۰۔۱۲۷۳ء) طوس میں پیدا ہوئے۔ ابوجعفر نصیرالدین نام اور طوسی تخلص تھا، خواجہ نصیرالدین کا شمار ایران کے ان بزرگ شخصیتوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حملۂ مغول کی تباہ کاریوں کے بعد رہے سہے ایرانی تمدن کی پاسداری میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ دینی علوم کے ساتھ ساتھ حکمت، ریاضی اور علم نجوم میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے۔ حملۂ مغول سے کچھ عرصہ قبل آپ اسماعیلیوں کی قید میں تھے، اور جب ہلاکو نے قلعہ ''الموت'' فتح کیا تو ان کو رہائی نصیب ہوئی، رہائی کے بعد جب ان کے علم وفضل اور کمالات کا علم ہلاکو کو ہوا تو اس نے ان کو اپنا مقرب خاص بنالیا۔ آپ نے ہلاکو کے حکم سے دارالسلطنت مراغہ میں ایک عظیم الشان رسد خانہ بنوایا اور ایلخان (ہلاکو کا لقب) کے نام کی مناسبت سے ''زیچ ایلخانی'' تیار کی۔

ایک روایت کے مطابق انہوں نے ۶۰ کتابیں تصنیف کی تھیں۔ جو بیشتر عربی زبان میں ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ فارسی کتابیں بھی لکھی تھیں۔ مثلاً ''اخلاقِ ناصری''، ''اساس الاقتباس''، ''اوصاف الاشراف''، ''معیارالاشعار''، ''تذکرہ نصیریہ'' اور رسالہ سی فصل''۔

خواجہ کی اہم تصنفیں ریاضی، منطق اور نجوم پر ہیں، ان میں سے علم ہندسہ پر ''تحریر اقلیدس'' ہیئت پر ''تحریر مجسطی''، منطق اور حکمت پر ''شرح اشارات ابوعلی'' شامل ہیں۔ ابوعلی سیناؒ کے اشارات کی شرح خواجہ سے قبل امام فخرالدین رازی نے بھی لکھی تھی۔ اور اس کے ضمن میں ابوعلی سیناؒ پر اعتراضات کئے تھے۔ خواجہ نے اشارات میں ان اعتراضوں کا جواب دیا ہے ۔ مذکورہ کتابوں کے علاوہ خواجہ نے

’’تجرید العقائد‘‘ کے نام سے ایک کتاب حکمت کلام اور شیعہ عقائد کے اثبات میں لکھی ہے۔

خواجہؒ کی کتاب ’’ اساس الاقتباس ‘‘ منطق پر ہے ’’تذکرہ نصیریہ‘‘ علم ہیئت پر ہے ’’اوصاف الاشراف‘‘ تصوف کے موضوع پر ہے ’’رسالہ سی فصل‘‘ نجوم پر ہے ۔ اور ’’معیار الاشعار‘‘ عروض وقافیہ پر ہے۔

مختصر یہ کہ مغلوں کے دربار میں خواجہ نصیرالدین طوسیؒ کے نفوذ و اثر سے ایران کے علم و ادب کو بڑا فائدہ پہنچا، کیوں کہ اس نے بے شمار عالموں اور ان کی کتابوں کو تباہی سے بچالیا خواجہ نصیرالدین طوسیؒ نے باسن ۶۷۲ھ بغداد میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اخلاقِ ناصری

’’اخلاق ناصری‘‘ خواجہ نصیرالدین طوسیؒ کی ایک شاہکار تصنیف ہے، جو اصولِ اخلاق یا حکمت عملی پر فارسی زبان وادب کا ایک گراں بہا سرمایہ ہے، یہ کتاب اسماعیلیوں کے حاکم ناصرالدین عبدالرحیم بن ابی منصور کی فرمائش پر لکھی گئی ہے۔’’ اخلاق ناصری‘‘ حقیقت میں ابن مسکویہؒ کی اخلاقی کتاب ’’طہارۃ الاعراق فی تہذیب الاخلاق‘‘ جو اخلاق کے موضوع پر ہے اور عربی زبان میں ہے، کا فارسی ترجمہ اور خلاصہ ہے البتہ طوسیؒ نے اپنی جانب سے اس کتاب میں بعض مطالب کا اضافہ کیا ہے، یہ کتاب تقریباً ۶۳۳ ھ کے قریب تصنیف ہوئی۔

ماخوذ از اخلاقِ ناصری

آدابِ سخن گفتن

باید که بسیار نگوید سخن دیگری به سخن خود قطع نکند، هر که حکایتی یا روایتی کند که او بر آن واقف باشد، وقوف خود بر آن اظهار نکند تا آن کس آن سخن به اتمام رساند، و چیزی را که از غیر او پرسند جواب نگوید، و اگر سوال از جماعتی کنند که او دداخل آن جماعت بود بر ایشان سبقت ننماید، و اگر کسی به جواب مشغول شود و او بر بهتر از آن جوابی قادر بود، صبر کند تا آن سخن تمام شود، پس جواب خود بگوید، بر وجهی که در متقدّم طعن نکند و در مجاراتی که به حضور او میان دو کس رود خوض ننامید، و اگر راز و پوشید دارند، استراق سمع نکند و تا او را با خود در آن سِرّ مشارکت ندهند، مداخله نکند۔

و با همتر ان سخن به کنایت نگوید، و آواز نه بلند دارد و نه آهسته، بلکه اعتدال نگاه می دارد، و اگر در سخن او معنی غامض افتد، در بیان آن به مثالهای واضح جهد کند والا شرط ایجاز نگاه دارد، و الفاظ غریب و کنایات نامستعمل بکار ندارد، و تا سخنی که با او تقریری تمام نشود به جواب مشغول نگردو، و تا آنچه خواهد گفت در خاطر مقرر نگرداند در نطق نیارد، و سخن مکرر نکند، مگر که بدان محتاج شود، و اگر بدان محتاج شود قلق و ضجرت ننماید و فحش و شتم بر لفظ نگیرد، و اگر به عبارت از چیزی فاحش مضطر گردد، بر سبیل تعریض کنایت کند از آن، و مزاحِ منکر نکند و از غیبت و نمامی و بہتان و دروغ گفتن تجنیب کند چنانکہ به ہیچ حال بر آن اقدام ننماید، و با اہل آن مداخلت نکند و استماع آن را کارہ باشد، و باید که شنیدن او از گفتن بیشتر بود، از حکیمی پرسیدند که: چرا استماع تو از نطق زیارت است؟ گفت: زیرا که مرا دو گوش دادہ اند و یک زبان، یعنی دو چند آن که گوئی می شنو۔

ترجمہ

بات کرنے کے آداب

چاہئے کہ زیادہ باتیں نہ کرے اور دوسرے کی بات اپنی بات سے نہ کاٹے جو شخص کوئی حکایت یا روایت (بیان) کرے (اگر) اس سے واقف ہو تو بھی اس کی بات ختم ہونے سے پہلے اپنی واقفیت کا اس پر اظہار نہ کرے۔ اور اگر کوئی چیز اس کے علاوہ کوئی دوسرا پوچھے تو اس کا جواب نہ دے۔ اگر سوال کسی گروہ (جماعت) سے کیا جاوے اور وہ اس جماعت میں شامل ہو تو جواب دینے میں خود سبقت نہ کرے اور اگر کوئی شخص جواب دینے میں مصروف ہو اور وہ خود اس سے بہتر جواب دینے پر قادر ہو تب بھی صبر کرے جب اس کی بات ختم ہو جائے تب اپنا جواب دے، کہیں بھی معاملے میں اپنے سے پہلے والے پر طعن نہ کرے۔ اگر اس کے سامنے دو لوگوں میں سے کوئی مشورہ ہو تو اس پر غور خوض نہ کرے، اور اگر اس سے چھپائیں تو اس بات کو چوری چھپے نہ سنے اور جب تک اس راز میں اس کو شریک نہ کریں اس میں دخل نہ دے برابر والوں سے اشاروں میں بات نہ کرے، اور نہ آواز اونچی کرے اور نہ پست بلکہ اعتدال کی رعایت کرے اور اگر اس کی بات کا کوئی معنیٰ ہو تو اس کے بیان میں مثالوں سے وضاحت کرے لیکن اختصار کا لحاظ رکھے اور بیگانہ الفاظ استعمال نہ ہونے والے کنایات کو کام میں نہ لاوے۔ اور جب تک کوئی بات مکمل نہ ہو اس کا جواب دینے میں مشغول نہ ہو۔ اور جو بات کرنے والا ہو جب تک اپنے ذہن میں مرکوز نہ کرلے تو بولے اور بات کو دہرائے نہیں مگر (اس جگہ) پر جہاں مجبوری ہو اور اگر اس پر مجبور ہو تو رنج وقلق نہ ظاہر کرے اور گالی گلوچ وفحش گوئی نہ کرے اور اگر عبارت سے کوئی گندی بات بے چین کرے تو اشارہ کنایہ میں اس پر اعتراض کرے اور گندا مذاق نہ کرے اور غیبت، چغل خوری بہتان اور جھوٹ سے بچے اس طرح کہ ہر حال میں اس پر عمل نہ کرے اور ایسا کرنے والوں میں شامل نہ ہو اور اس کے سننے

کو بھی برا جانے اور چاہے کہ اس کا سننا اس کے بات کرنے سے زیادہ ہو ایک حکیم سے پوچھا گیا کہ آپ کا سننا آپ کے بولنے سے زیادہ ہے کہا کہ مجھے دو کان دیے گیے ہیں اور ایک زبان یعنی جتنا کہو اس سے دوگنا سنو۔

مشکل الفاظ اور اس کے معانی

الفاظ	معانی
سخن	بات
قطع نکند	نہ کاٹے
واقف	جاننا علم ہونا
وقوف	معلوم
اتمام	ختم ہونا مکمل ہونا
متقدم	پہلے والا
مجارات	مشورہ کرنا
حضور	سامنے، موجود
طعن	لعن طعن کرنا طعنہ دینا
باہمتران	برابر والوں سے
اعتدال	میانہ روی، اوسط
غامض	مشکل، دشوار
واضح	صاف

جہد کند	کوشش کرے
استراق سمع	چوری چھپے سننا
خوض نمودن	غور کرنا، دھیان لگانا
ایجاز	اختصار
غریب	نامانوس، بیگانہ، (مسافر)
نامستعمل	نہ استعمال ہونے والا
خاطر	ذہن دماغ (دل)
مکرّر	باربار
قلق	بے چین بے سکون
ضجرت	تنگ دل ہونا
فحش	گندا، گندی بات
شتم	گالی گلوج کرنا، گالی دینا
مضطر گردد	بے چین کرے
نمامّی	چغل خوری
تجنیب کنید	اجتناب کرے
مداخلت نکند	دخل نہ دے
استماع	سننا
نطق	بولنا
زیادت	زیادہ

مضطر بے چین

مشق:

ذیل الفاظ کو لکھیں اور یاد کریں:

ا۔ استراق ۲۔ قلق ۳۔ ضجرت

۴۔ نمامّی ۵۔ استماع ۶۔ نطق

سوالات:

ا۔ طوسؔی کے مطابق آدمی کو زیادہ بات کرنی چاہیے یا کم؟

۲۔ حکیم سے کیا سوال کیا گیا اور اس نے کیا جواب دیا؟

۳۔ اگر دو لوگ کوئی بات کر رہے ہوں تو اُسے سننا چاہیے یا نہیں؟

تفصیلی سوالات:

ا۔ مندرجہ بالا سبق کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی میں کریں۔

۲۔ طوسی کی سوانح حیات بیان کریں۔

۳۔ آدابِ سخن گفتن کا خلاصہ لکھیے۔

قاآنی: حیات اور شاعری

میرزا حبیب اللہ شیرازی، متخلص بہ قاآنی ۲۹ شعبان ۱۲۲۳ھ ق کو شیراز میں پیدا ہوا۔اس کے والد میرزا محمد علی گلشن تھے جو شیراز ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔گلشن بھی شعر کہتے تھے اور قافیہ پردازی میں مشہور تھے۔

قاآنی ۷ سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مکتب گیا اور جب گیارہ سال کا ہوا تو اس کے والد کا انتقال ہوگیا۔والد کے انتقال کے بعد قاآنی کے اہل خاندان پر فقر و تنگدستی کی حکومت ہوگئی۔

قاآنی نے چند سالوں تک اصفہان میں بھی علوم ریاضی و معارف اسلامی کی تعلیم حاصل کی۔پھر شیراز آیا اور دیوان خاقانی اور انوری کے عروض وشرح کی تعلیم حاصل کی، یہاں تک کہ ۱۲۳۹ھ ق میں شاہزادہ حسن علی میرزا، شجاع السلطنت، فرزند فتح علی شاہ شیراز آیا اور قاآنی کی تربیت کا ذمہ اپنے سر لیتے ہوئے اس کے ساتھ لطف و مہربانی کا مظاہرہ کیا۔

اسی سال کے اخیر میں شاہزادہ حسن علی میرزا اپنے والد کی طرف سے خراسان کا حاکم مقرر ہوا اور قاآنی کو بھی ساتھ لیتا گیا۔یہ مشہد میں اسی شاہزادہ کی تربیت وحمایت میں علوم ریاضی وحساب میں بہرہ ور ہوا، نیز اسی شاہزادہ کی محبت اور رغبت میں ''قاآنی'' تخلص اختیار کیا۔

قاآنی اپنے خراسان میں قیام کے دوران شعروشاعری کی جانب راغب ہوا اور خوب ترقی کی

یہاں تک کہ وہ شاہانہ انعامات واکرامات کے باعث کافی پیسے والا ہو گیا۔

اس کے بعد قدیم استاد شاعروں کے دواوین کی جمع آوری پر اس نے سارے روپئے صرف کئے اور بے شمار ادبی، غیر ادبی کتابیں اس نے جمع کیں اور تعلیم میں مشغول ہوا۔

اس طرح قاآنی ایک مدت تک فرمانفرمائے خراسان، حسن علی خان کی خدمت میں رہا اور جب ۱۲۴۲ھ ق میں یزد و کرمان کی حکومت شاہزادہ مذکور کو تفویض ہوئی تو وہ خراسانی لشکروں کے ساتھ جو اس کی ملازمت میں تھے، وہاں گیا، قاآنی بھی اس کے ساتھ گیا، لیکن وہاں سے کب واپس ہوا اس کی تاریخ نہیں ملتی۔ اور کن کن سالوں میں رشت، گیلان، مازندران اور آذربائیجان کا سفر کیا، اور ان جگہوں کے مروجہ علوم سے بہرہ ور ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ ۱۲۴۶ھ ق میں جب شجاع السلطنت، حکومت کی اجازت کے بغیر کرمان سے یزد گیا اور شاہزادہ عباس میرزا نے بادشاہ کے حکم کے مطابق اسے تہران بھیجا، تو قاآنی بھی اس کے ہمراہ تھا اور اسی زمانے میں اس نے فتح علی شاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی تھی اور اس کے انعام واکرام سے سرفراز ہوا تھا۔

بہرحال ۱۲۴۸ھ میں جب نائب السلطنت شاہزادہ عباس میرزا سالور ترکمانوں کی سرکوبی کے بعد قلعہ سرخس پر قابض ہوا تو قاآنی دوبارہ مشہد گیا اور اسی سال فصل زمستان میں جب ''بھوک کی شدت سے تمام دینداروں نے، دنیا کے پیچھے دین کو ترک کر دیا اور حلال رزق کے حصول کے بعد حسب حال گوشہ گیر ہو گئے۔

۱۲۵۱ھ ق میں جب محمد شاہ تخت شاہی پر بیٹھا تو قاآنی تہران آیا اور درباری شاعروں کی صف میں داخل ہوا اور شاہ کی جانب سے ''حسان العجم'' کا لقب پایا۔ ۱۲۵۴ھ ق میں جب محمد شاہ قندھار اور غوریوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا، قاآنی بھی ہمرکاب تھا۔

قاآنی نے ۱۲۵۶ھ میں جب وہ ۳۴ سال کا تھا، تہران میں شادی کی، لیکن ''یارش مارشد''

اور وہ قاآنی کی نگاہ سے گر گئی۔ پھر قاآنی نے دوسری شادی کی، لیکن یہ بھی بے وفا نکلی اور انجام کار ان دونوں بے وفا عورتوں نے قاآنی کی زندگی تباہ و برباد کر دی۔

۱۲۵۹ھ ق میں ایک طویل مدت کے بعد قاآنی اپنے وطن شیراز گیا اور اپنے دیرینہ دوستوں سے تجدید آشنائی کی، کچھ دنوں وہاں قیام کرنے کے بعد پھر تہران لوٹ آیا، اور پھر شیراز گیا، ہم شہریوں نے اس کی کافی پذیرائی کی اور خصوصاً صاحب اختیار کی حکمرانی کے زمانے میں قاآنی کی زندگی نہایت آرام و آسائش میں گذری۔

لیکن رفتہ رفتہ شیراز کے ادیوں کی ایک جماعت اس کو آزار پہنچانے لگی، صاحب اختیار کا بھی وہاں سے تبادلہ ہو گیا اور اس کی جگہ پر معتمد الدولہ منوچہر خان گرجی کی تقرری ہو گئی جس کو شعر و ادب سے چنداں سروکار نہ تھا۔ اس کا رویہ بھی قاآنی کے ساتھ اچھا نہ تھا، چنانچہ ان لوگوں سے تنگ ہو کر پریشان حال ۱۲۶۲ھ میں تہران آیا۔

کچھ دنوں بعد ادب دوست اور دانشمند شاہزادہ، علی قلی میرزا اعتضاد السلطنت سے آشنا ہوا اور اسکے انعام و اکرام سے سرفراز ہوا، اسی کے وسیلہ سے ناصر الدین شاہ کی ماں اور خود ناصر الدین شاہ سے بھی متعارف ہوا اور اس کے دربار کا رسمی شاعر ہوا، اس کے بعد قاآنی نے دائمی طور پر تہران میں سکونت اختیار کی اور اپنے افراد خاندان کو بھی وہیں بلا لیا۔

۱۲۷۰ھ ق میں قاآنی مالی خولیا کے مرض میں مبتلا ہوا اور اسی سال ۵ شعبان، چہار شنبہ کے روز راہی ملک بقا ہوا۔

قاآنی کا دیوان تہران، بتریز اور ہندوستان میں شائع ہوا ہے۔ قاآنی کی زندگی میں اس کے منتخب اشعار ہندوستان میں شائع ہو چکے تھے، اس کے بعد ہندوستان و ایران کے مختلف حصوں میں اس کا کامل دیوان شائع ہوا، اور وہ اشعار جو لوگوں کے پاس ادھر ادھر تھے، اس میں شامل کئے گئے۔ قاآنی کا

دیوان پہلی مرتبہ ۱۲۷۴ھ ق میں اس کی وفات کے چار سال بعد تہران سے شائع ہوا۔ اس کی اشاعت قاچاریہ شہزادوں میں سے ایک جلال الدولہ کے تعاون سے ہوئی۔ یہ شاہزادہ خود علم دوست اور شاعر تھا، ''جلالؔ '' اس کا تخلص تھا۔

یہ نسخہ قاآنی کا کاملترین دیوان ہے جس میں ۲۱ سے ۲۲ ہزار تک اشعار ہیں۔اس کے علاوہ بھی قاآنی کے بہت سارے اشعار ہیں جو جمع نہیں ہو سکے ہیں۔

قاآنی کا کوئی خاص سبک یا کوئی خاص مکتب ہرگز نہیں تھا، البتہ روانی و شیرینی بیان میں ماہر تھا ساتھ ہی اپنے معاصرین میں ممتاز تھا۔ شعرالعجم میں شبلی نے لکھا ہے کہ:

''شاعری او شاعری تازہ نیست، بلکہ خواب فراموش شدۂ ہفتصد سالہ را گوئی بہ یاد آوردہ است ''

تغزل اور تشبیب، وصف یار اور مناظر فطرت کے گونا گون مضامین کا نام ہے جسے قاآنیؔ سے قبل فارسی زبان کے سیکڑوں شاعروں نے باندھا ہے، اور اس کے بعد کے شاعروں نے بھی یہ عمل دہرایا ہے، لیکن قاآنی کے یہاں اس عمل کا کچھ اور ہی رتبہ ہے یہی وجہ ہے کہ قاآنیؔ کے قصیدوں کو پڑھتے وقت قاری اسلاف شاعروں کو بھول جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قاآنیؔ پہلا شاعر ہے جس نے یہ زیبا اور رنگین شیوہ اختیار کیا ہے۔

قاآنیؔ زبان کا نہایت غنی شاعر ہے، اسے لفظوں کے استعمال پر بے نظیر قدرت حاصل ہے۔ ہر کلمے کی ادائیگی پر وہ نہایت چیرہ دست معلوم ہوتا ہے اور اس عمل میں فارسی کا کوئی بھی شاعر اس کا ثانی نظر نہیں آتا۔ لیکن ان تمام خوبیوں اور شاعرانہ قدرت کے باوجود وصف و تشبیہہ اور سخن سازی میں اس کے بیشتر قصائد مضمون کے اعتبار سے حقیر اور ناچیز ہیں۔ بہارؔ کا قول ہے:

'' قاآنیؔ غث وسمین زیاد دارد۔ شعرھای خوب دارد وشعرھای

بسیار بدہم دارد۔ ''

یہاں تک کہ اس کے کلام میں عروض اور دستوری عیب کے ساتھ ساتھ تشبیہات وسبک کی کمزوری بھی پائی جاتی ہے اور کبھی کبھی قاآنی کی پرگوئی اس مقام تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کے کلمات کے طنطے وطمطراق بھی اس عیب پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔ جیسا کہ بہارؔ اسی مقالہ میں کہتا ہے:

''روی ہمرفتہ درشعر قاآنی لفظ برمعنی وخیالات سطحی برتخیلات عالیہ و تصورات غلبہ دارد۔ ''

دوسری جگہ کہتا ہے کہ : '' او یکہ تازمیدان الفاظ است۔ ''

قاآنی فقط قصیدہ گوشاعر ہی نہیں، بلکہ وہ ایک عظیم مسمط نگار بھی ہے، وہ منوچہریؔ کے مسمطوں کے قالب میں دل پذیر مضامین باندھتا ہے جوتقریباً سماعت پر گراں گذرنے والی چیز ہے۔ لیکن انہی مسمطوں کو جب تغزل کے ساتھ وہ اپنے قصیدوں کے درمیان لاتا ہے تو اس کی عظمت شاعری کو زندہ و پائندہ کردیتے ہیں۔

قاآنی نے غزل گوئی میں سعدیؔ کی غزلوں کو اپنا پیشرو مانا ہے اور انہیں کی پیروی میں اس نے غزلیں لکھی ہیں، لیکن سعدیؔ کے پایہ کی نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ قاآنی خود اس نکتہ سے واقف تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس نے غزلوں کو فصل زمستان کی ایک سردرات میں آگ میں ڈال دیا تھا۔

قاآنی، انعام واکرام کے لئے ہرکس وناکس کی مدح کرتا ہے، اور اپنے ممدوحوں میں فضیلت وبلند ہمتی نہیں ڈھونڈتا۔ اس کی نگاہ میں ایرانیوں اور اس کے دردوغم کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ساتھ ہی ایران کی تاریخ کے اہم واقعات مثلاً محمد شاہ کی ہرات پر بے فائدہ لشکرکشی، بابی فرقے کے تین افراد کی عباس میرزاؔ پر تیراندازی وغیرہ کی بھی اس کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں۔

یہ ایک معروف قول کے مطابق یکطرفہ سکہ تھا۔ دوسری طرف قاآنی کے یہاں نیشدار اور زہر

آ گین ہجویہ اشعار بھی ملتے ہیں جس میں اس نے اپنی استادانہ مہارت کا استعمال کیا ہے۔ بدقسمتی سے درباری ہجویہ اشعار لوگوں پر حملہ اور اعتراض کی غرض سے کہے گئے ہیں اور اس کا لہجہ اس قدر سخت ہے کہ قاآنی کا شاعرانہ ہنر ابتذال کی حد تک چلا گیا ہے۔ ایک مشہور قصیدہ میں جس کی ردیف '' د '' ہے اور جس میں اسماعیل کی بیوی کی داستان بیان کی گئی ہے، اور وہ اشعار جو نظام العلماء کے بارے میں ہیں، قاآنی کے ہجویہ انداز پورے کمال پر ہے، اور شاعری کی بے پرواز بان ایسی باتوں کو بھی کہہ ڈالتی ہے جو کہنے کے لائق نہیں ہیں۔

مجموعی طور پر قاآنی چاہے تشبیب کے اشعار ہوں یا غزل یا ہجویہ، رکیک سے رکیک الفاظ استعمال بھی نہایت بے پروائی سے کرتا ہے۔ عفت واخلاق کے خلاف میکساری وبدمستی کی محفلوں اور شاہد بازی وغیرہ کے واقعات کو نہایت فحش اور برملا بیان کرتا ہے۔ اور غالباً جنسی موضوعات، قاآنی کے کلام میں فطرت وطبیعت کے خلاف بیان ہوتے ہیں۔

قاآنی خودستائی اور خودستائش میں بھی حد سے زیادہ تجاوز کر جاتا ہے، اور نالائق ترین وناسزاوار ترین درباری لوگوں، حتی کہ نوکروں تک کی مدح میں ان کی ایسی ایسی صفتیں بیان کرتا ہے جو ان سے متصف نہیں ہیں۔ ان مبالغوں کے باوجود بھی وہ اپنے ممدوحوں اور منعموں کی چاپلوسی میں وفادار ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یعنی اس کے ممدوح میں سے کوئی اگر مسند حکومت وریاست سے اتر جاتا ہے تو قاآنی اسے پہنچانتا نہیں ہے۔ اور ایسے لوگوں کو جنہیں وہ کبھی '' قلب گیتی'' ، ''روح عالم'' ، ''انسان کامل'' ، ''خواجۂ دوجہان''، ''مظہر باری'' اور ''رسانندۂ فیض خالق بہ مخلوق'' وغیرہ کے القاب سے نوازتا تھا، نہایت بیرحمی سے انہیں ''ظالم شقی'' کہتا ہے۔

قاآنی اپنی مادری زبان کے علاوہ، عربی، ترکی، فرانسیسی زبان پر بھی قدرت رکھتا تھا۔

لیکن قاآنی کی فرانسیسی زبان پر مہارت مبالغہ سے خالی نہیں معلوم ہوتا، اس لئے کہ وہ کبھی فرنگ

نہ گیا اور باضابطہ طور پر اس کی تحصیل نہیں کی اور جتنی مہارت کا اس نے دعوی کیا ہے، اتنی مہارت اس نے حاصل نہیں کی تھی ۔ ۱۲۵۱ھ کے بعد قاچاریہ شہزادوں کے ساتھ جن کی خارجی زبان سیکھنے لئے خارجی معلموں کا انتظام کیا گیا تھا، قاآنی نے فرانسیسی زبان سیکھی، یا یشار دخان سے سیکھا تھا۔

قاآنی نے ۳ سال کی مدت میں یعنی ۱۲۵۹ تا ۱۲۶۲ھ کے درمیان جب تہران میں تھا، اپنے قول کے مطابق ۳۔۴ ماہ تک انگریزی زبان کی تعلیم بھی حاصل کی تھی ۔ غالباً قاآنی فرانسیسی اور انگریزی زبان سے اسی مختصراً آشنائی کے باعث چاہتا تھا کہ اپنے طرز تفکر میں تغیر لائے۔

قاآنی نے اسلاف شاعروں کے خلاف اپنے اشعار میں عمیق فلسفی وعرفانی معانی ومضامین کا استعمال کم کیا اور بیشتر، فطرت اور زندگی سے سروکار رکھتا ہے ۔ مثلاً اس کا ایک مختصر قطعہ جسمیں ایک بوڑھے اور ایک بچے کے درمیان گفتگو ہے، ہزل امیر ہے ۔ اس قطعہ کی خوبی یہ ہے کہ دونوں (پیر وطفل) کندزبان ہیں ۔ ان شیرین کاری کے نمونے قدیم شاعروں میں کم ملتے ہیں ۔ لہٰذا قاآنی کو اس سبک کا موجد کہنا چاہیئے ۔ قاآنی کے ایسے اشعار بہت نادر ہیں ۔

پریشان

یہ قاآنی کی ایک نثری تخلیق ہے جو سعدی کی کتاب ''گلستان'' کی پیروی میں لکھی گئی ہے۔ مطالب کے بیان میں رکاکت اور پردہ دری نے اس کتاب کے نثری اثر کو ضائع کر دیا ہے اور قدر و اعتبار کی نگاہ سے بالکل گرادیا ہے۔''پریشان'' جو محمد شاہ قاچار کی فرمایش پر لکھی گئی اور ۲۰ رجب ۱۲۵۲ھ میں مکمل ہوئی، چھوٹے بڑے ۱۲۱ حکایتوں پر مشتمل ہے۔اور بہ قول مؤلف ''جد و ہزلی چند درہم ریختہ و برخی نظم و نثر بہ ہم آمیختہ۔''اس کتاب کا عمومی لحن تعلیم ہے۔مؤلف کا ارادہ یہ تھا کہ ان تمام حکایتوں کے وسیلہ سے درس اخلاق کو عام کرے،لیکن مؤلف اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا ہے۔

انتخاب از کلیات قاآنی

حکایت (۱)

دُزدی نجانۂ درویشی رفت ۔ چندانکہ بیشتر جُست کمتر یافت ۔
درویش بیدار بود۔ سر برداشت وگفت کہ من درروز
روشن درین جا ہیچ نیابم ۔تو در شبِ تاریک چہ خواہی یافت

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
دزدی	ایک چور
درویشی	ایک فقیر، کسی فقیر
خانہ	گھر
چندانکہ	جتنا بھی
جست	ڈھونڈا
کمتر	بہت کم
بیدار	جاگنا

سر برداشت	سر اٹھایا
روز روشن	اجالے والا دن، روشنی والا دن
شبِ تاریک	اندھیری رات

ترجمہ

ایک چور کسی فقیر کے گھر میں گیا۔ جتنا زیادہ اس نے ڈھونڈا (اس سے) بہت کم پایا۔ فقیر جاگ گیا۔ سر اٹھایا اور کہا کہ (جب) میں دن کی روشنی میں یہاں کچھ نہیں پاتا ہوں تو اندھیری رات میں تجھے کیا ملے گا؟

مشق:

مندرجہ ذیل مصادر کو اپنی کاپی میں لکھئے

رفتن۔ جُستن۔ یافتن۔ گفتن۔ برداشتن۔

سوالات:

ا. چور کہاں گیا تھا؟

۲. فقیر سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا؟

۳. فقیر نے چور سے کیا کہا؟

تفصیلی سوالات

ا۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں

۲۔ اس حکایت میں کیا درس دیا گیا ہے؟ تفصیل سے لکھیے۔

۳۔ قاآنی کی سوانح حیات بیان کریں۔

حکایت (۲)

یکی گفت: فلاں دوش از بادہ خوردن بی ہوش افتادہ بود صاحب دلی این سخن بشنید و گفت: اوّل باہوش نہ بود۔ اگر ہوش داشتی نخوردی۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

معانی	الفاظ
کہا	گفت
کوئی شخص، کوئی آدمی	فلاں
گذری ہوئی رات	دوش
شراب پینے کی وجہ سے	خوردن بادہ
پڑا ہوا تھا	افتادہ بود
عقلمند شخص، بزرگ آدمی، نیک دل	صاحبدلی
بات، شعر	سخن
سنا	بشنید
پہلے، پہلا	اوّل

باہوش	ہوش والا
می نخوردی	شراب نہ پینا

ترجمہ

ایک شخص نے کہا کہ کل رات ایک آدمی شراب پی کر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ایک صاحب دل شخص نے یہ بات سنی اور (یہ) کہا (کہ) وہ پہلے ہی ہوش میں نہیں تھا اگر ہوش میں ہوتا (تو) شراب ہی نہ پیتا۔

مشق:

مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنی کاپی میں لکھ کر مشق کیجئے۔

صاحب دل۔ بی ہوش۔ باہوش۔ سخن۔ دوش۔

سوالات:

ا۔ آدمی کس وجہ سے بے ہوش پڑا تھا؟

۲۔ شرابی کی بے ہوشی کی بات کس نے سنی؟

۳۔ کیا کوئی عقل مند شخص شراب نوشی کرسکتا ہے؟

تفصیلی سوالات

ا۔ قاآنی کی سوانح حیات بیان کریں۔

۲۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۳۔ قاآنی کی نثر نگاری کی خصوصیات بیان کریں۔

حکایت (۳)

فقیری زبان بہ شکر امیری باز کردہ بود۔ کہ روزگاری خدا بہ بلای فقرم مبتلا کرد و عاقبت خداوندم ازین بلا رہانید صاحبدلی این سخن بشنید و گفت زہی بی شرم کہ فقر را بخدا نسبت دہد و غنا را بہ بندہ۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
فقیری	ایک فقیر
امیری	ایک امیر آدمی، ایک مال دار آدمی
باز کردہ بود	کھولے ہوا تھا
روزگاری	ایک مُدّت، ایک عرصہ
بلا	مصیبت
مبتلا	گرفتار ، پھنسا ہوا
فقر	مفلسی

عاقبت	آخر، انجام
ازین	اِس سے
رہانید	آپ نے نجات دلا دی، آپ نے خلاصی کرا دی
زہی	واہ واہ
نسبت دہد	نسبت دیتا ہے، جوڑتا ہے
غنا	امیری، فراخی ، کشادہ دستی

ترجمہ

ایک فقیر نے ایک امیر شخص کے شکریہ ادا کرنے کی خاطر زبان کھولے ہوا تھا کہ ایک مدّت تک اللہ نے مجھے غریبی کی بلا میں گرفتار کیا آخر کار میرے مالک آپ نے (مجھے) اس بلا سے نجات دلائی۔ ایک عقل مند شخص نے یہ بات سنی اور کہا کہ واہ کیسا بے شرم ہے کہ غریبی کو خدا سے نسبت دیتا ہے اور امیری کو بندہ سے۔

مشق:

مندرجہ مصادر کو اپنی کاپی میں لکھئے۔

بازکردن۔ کردن۔ رہانیدن۔ شنیدن۔ نسبت دادن۔

سوالات:

۱۔ فقیر نے امیری کو کس سے نسبت دی؟

۲۔ فقیر کس کا شکریہ ادا کرنے جاتا ہے؟

۳۔ فقیر کس بلا میں گرفتار تھا؟

تفصیلی سوالات

۱۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ پریشان پر ایک نوٹ لکھیے۔

۳۔ اس کہانی سے کیا نصیحت ملتی ہے؟ بیان کریں۔

حکایت (۴)

کوری شب بردر خانہ بلغزید ۔فریادکرد کہ ای اہل خانہ چراغی فراپیش دارید تا این کور بی چارہ بسلامت رود۔ یکی گفتش اگر کوری چراغ راچہ کنی گفت می خواہم تا آنکہ چراغ آورد دستم بگیرد و خودنیفتد۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

معانی	الفاظ
ایک اندھا	کوری
پھسل گیا	بلغزید
چلایا	فریادکرد
گھر والے	اہل خانہ
سامنے رکھ دے، آگے رکھ دے	فراپیش دارید
خیریت کے ساتھ، سلامتی کے ساتھ	بسلامت
چلا جائے	رود
اگر تو اندھا ہے	اگرکوری
کو	را

چہ کنی	کیا کرے گا
می خواہم	میں چاہتا ہوں
چراغ آورد	چراغ لائے
دستم	میرا ہاتھ
نیفتد	نہ گرے

ترجمہ

ایک اندھا آدمی گھر کے دروازے پر پھسل گیا۔ چلاتے ہوئے کہا کہ اے گھر والو! ایک چراغ سامنے رکھ دو تا کہ یہ بے چارہ اندھا سلامتی کے ساتھ چلا جائے۔ کسی شخص نے کہا کہ اگر تو اندھا ہے تو چراغ کو کیا کرے گا؟ کہا میں چاہتا ہوں کہ جو شخص چراغ لا دے میرا ہاتھ پکڑ لے اور خود نہ گرے۔

مشق :

۱۔ اندھے آدمی کی کہانی کو یاد کریں۔

۲۔ ان مصادر کو کاپی پر لکھیے۔

لغزیدن۔ آوردن۔ اُفتادن۔

سوالات:

۱۔ دروازے پر کون پھسل گیا تھا؟

۲۔ اندھا شخص پھسلنے کے بعد کیا بولا؟

۳۔ اندھے آدمی نے عقل مندی کی بات کی یا نہیں؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ قاآنی کی طرزِ تحریر پر ایک نوٹ لکھیے۔

۳۔ اس کہانی سے کیا نصیحت ملتی ہے؟ بیان کریں۔

حکایت (۵)

جالینوس را گفتند کدام غذا بدن را اصلاح کند؟ گفت گرسنگی و ہم او فرماید کہ خوردن برای زندگی است نہ زندگی برای خوردن

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
جالینوس	یونان کے ایک مشہور حکیم کا نام
کدام	کون۔ کون سا
غذا	کھانا، طعام
اصلاح	درست کرنا، ٹھیک کرنا، تندرست
گرسنگی	بھوک
فرماید	فرماتا ہے ، کہتا ہے
برائی	کے لئے/ واسطے
خوردن	کھانا (مصدر)

ترجمہ

جالینوس سے پوچھا گیا کہ کون سی غذا بدن کو تندرست رکھتی ہے؟ کہا بھوک اوراس نے یہ بھی کہا ہے کہ زندہ رہنے کے لئے کھانا ہے یا کھانا کھانے کے لئے زندہ رہنا ہے۔

مشق:

مندرجہ ذیل الفاظ اپنی کاپی میں لکھئے۔

کدام۔ اصلاح۔ گرسنگی۔ خوردن۔ برای۔
زندگی۔

سوالات:

ا۔ جالینوس کس کا نام ہے؟

۲۔ جالینوس سے کیا سوال پوچھا گیا؟

۳۔ جالینوس نے سوال کا کیا جواب دیا؟

تفصیلی سوالات:

ا۔ مندرجہ بالا حکایت کا ترجمہ اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ قاآنی کی سوانح حیات یاد کریں۔

۳۔ اس کہانی سے آپ کو کیا نصیحت ملتی ہے؟ بیان کریں۔

حصّہ نظم

حمد

حمد کے لغوی معنٰی تعریف کرنا ہے۔اصطلاح خاص میں حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف اور عظمت و بزرگی بیان کرنا ہے۔ادباء وشعراء نے اپنی اپنی تصانیف کا آغاز عام طور پر حمد سے ہی کیا ہے۔مندرجہ ذیل حمد مشہور فارسی شاعر ابو محمد الیاس بن یوسف متخلص بہ نظامؔی گنجوی کی ہے ۔جن کی ''خمسۂ نظامؔی'' یا ''پنج گنج نظامؔی'' کو فارسی ادب میں شاہ کار کا درجہ حاصل ہے۔

نظامؔی گنجوی ۔ حیات اور شاعری

حکیم جمال الدین ابومحمد الیاس بن یوسف نظامؔی گنجوی کا شمار ایران کے استاد شاعروں میں ہوتا ہے۔تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ نظامؔی آذر بائیجان کے شہر گنجہ میں پیدا ہوا۔خود نظامؔی نے بھی اپنے بعض اشعار میں اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ وہ گنجہ ہی میں پیدا ہوا اور اپنی تمام عمر اسی شہر میں گذاری ،البتہ قزل ارسلان کی دعوت پر اس نے مختصر سفر کیا تھا اور اس بادشاہ کے دربار میں اس کی کافی پذیرائی ہوئی تھی۔

اس کی پیدائش کی صحیح تاریخ معلوم نہیں،البتہ اس کے بعض اشعار پر غور وخوض کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۵۳۰ھ میں پیدا ہوا ہوگا،اس لیے کہ مثنوی ''مخزن الاسرار'' کی تصنیف کے وقت جو ۵۷۰ھ میں تصنیف ہوئی،نظامؔی گنجوی جوان تھا،اور اس کی عمر ۴۰ سال کی بھی نہیں تھی مثلاً یہ شعر:

طبع کہ باعقل بدلا لگیست
منتظر نقد چہل سالگیست

چونکہ اسے ۴۰ سال کی عمر میں داخل ہونیکا انتظار تھا،اور اس حدود میں پہنچنے کے قریب تھا لہٰذا اس کی پیدائش ۵۷۰ھ کے قریب ہوئی ہوگی۔

اس کا سالِ وفات بھی صحیح طور پر معلوم نہیں۔اس سلسلے میں مختلف اقوال نقل ہوئے ہیں جو صحت سے دور و دراز نظر آتے ہیں۔بعض قرائن کی رو سے وہ ساتویں صدی ہجری کے ابتدائی چند سالوں تک زندہ تھا۔

بہر حال نظامؔی گنجوی ایام طفلی ہی میں سایہ پدری و مادری سے محروم ہوگیا۔جیسا کہ ذیل کے

اشعار سے پتہ چلتا ہے۔

گر شد پدرم بسنت جد　　　یوسف پسر زکی مؤید
بادور بداوری چہ کوشم　　　دوراست زدور چون خروشم
گر مادر من رئیسہ کرد　　　مادر صفتانہ پیش من مرد
آن لابہ گری کراکنم یاد　　　تا پیش من آردش بفریاد
با این غم و درد بی کنارہ　　　داروی فرامشیست چارہ

والدین کے انتقال کے بعد نظامؔی کی تعلیم وتربیت اس کے ماموں نے کی۔افراد خانہ چونکہ ذوق شعری سے سرشار تھے،لہٰذا نظامؔی کو بھی شعروشاعری سے لگاؤ پیدا ہوا،اور تعلیم سے فراغت پانے کے بعد اس نے باضابطہ طور پر شاعری شروع کی۔نظامؔی کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام محمد ہے۔

مثنوی ''خسرو شیرین'' کے اختتام پر اس کی عمر سات سال کی تھی۔جس کا علم ہمیں ذیل کے شعر سے ہوتا ہے۔

بہ بین ای ہفت سالہ قرۃ العین
مقام خویشتن در قاب قوسین

نظامؔی گنجوی چونکہ ایک قناعت پیشہ،انسان تھا،اس لیے ساری عمر دربار کی نوکری نہ کی اور نہ ہی کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا۔یہی وجہ ہے کہ حصول دولت کی خاطر اس نے کسی بھی بادشاہ کی مدح سے اپنی زبان کو گندہ نہیں کیا۔اس نے جو بھی کہا،وہ اس کی خواہش کی اپج ہے۔البتہ یہ ضرور ہے کہ اس نے مثنویاں حکمرانوں کے نام منسوب کی ہیں۔مثلاً مخزن الاسرار'' آذربائیجان کے اتابک ایلدکز کے نام ''خسرو شیرین'' اس کے دو بیٹوں محمد اور قزل ارسلان کے نام ''لیلیٰ مجنون''،''شروان شاہ'' کے نام اور ''سکندرنامہ'' موصل کے حکمران عزالدین مسعود اوّل کے نام،اور آخری مثنوی 'ہفت پیکر'' قزل ارسلان

کے جانشین نصرت الدین ابوبکر کے نام منسوب کی ہے۔شبلی نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ نظامی کی شاعری کا اس قدر شہرہ تھا کہ حکمران وقت جاودانی حیثیت حاصل کرنیکے لیے نظامی سے التماس کرتے تھے کہ اپنی تصانیف کے نام منسوب کرے اور اس کے لیے وہ نظامی کے گھر تحفے تحائف بھی بھیجتے تھے۔

زہد وتقویٰ نظامی کا پیشہ تھا، لیکن زہد وتقویٰ کا کبھی اس نے دعویٰ نہیں کیا۔شعر وسخن میں اسے یکتائی کا درجہ حاصل تھا، لیکن کبھی بھی نمود ونمائش نہیں کی۔شراب کو کبھی ہاتھ نہ لگایا۔اس کے نزدیک شاعری کا مقصد بے جا مدح سے حصول زر نہیں بلکہ ادب کو زندہ جاوید یادگار بنانا اس کا مقصد تھا۔اس نے اپنی خودداری پر بھی کبھی حرف نہ آنے دیا۔اس کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی فضیلت صرف شعر وشاعری تک ہی محدود نہ تھی، بلکہ اسے جوانی میں تاریخ وادب اور علم ہیئت سے گہری رغبت تھی اور بڑی محنت سے اس نے علوم حاصل کیے تھے۔علم نجوم میں اسے خاص طور سے مہارت تھی، چنانچہ وہ خود کہتا ہے۔

ہر کہ ہست از دقیقہ ہای نجوم   یا یکا یک نہفتہ ہای علوم
خواندہ ام و ہر ورق کہ می جستم   چون ترا یافتم ورق شستم

دیوان کے علاوہ نظامی کی تصنیفات میں ''خمسۂ نظامی'' یا ''پنج گنج'' لافانی شہرت کا حامل ہے۔مثنوی کے نام اس طرح ہیں۔

(۱) مخزن الاسرار (۲) خسرو شیرین (۳) لیلیٰ ومجنون
(۴) ہفت پیکر (۵) سکندر نامہ

شاعری

واقعہ یہ ہے کہ جب کسی می خوار کو نشے کی طلب ہوتی ہے تو وہ ساقی کو آواز دیتا ہے۔نظامی کو

جب بیان کا سوز نغمے پر اکساتا ہے، تو وہ بھی ساقی سے شراب مانگتا ہے۔لیکن نظامیؔ کی شراب وہ نہیں، جو انسان پر خود فراموشی کا عالم طاری کر دیتی ہے بلکہ اس کی شراب بھولی ہوئی باتوں کو یاد دلانے والی ہے۔ اس سے بیان کی قوت تیز اور استدراک کی قوت روشن ہوتی ہے۔ نظامیؔ کا ساقی اس کا اپنا تخیل ہے اور شراب کا جام اس کے افکار ہیں۔اس طرح کا شاعرانہ آغاز جس میں شاعر ساقی کو خطاب کر کے مضمون کی تمہید پیش کرتا ہے، ''ساقی نامہ'' کہلاتا ہے۔ نظامیؔ وہ شاعر ہے جس نے پہلے پہل ''ساقی نامہ'' لکھ کر فارسی ادب میں ایک نئی صنف سخن کا آغاز کیا۔ چنانچہ نظامیؔ نے اکثر اپنے مضمون کا آغاز ساقی نامہ ہی سے کیا ہے۔''اسکندر نامہ'' کے اصل مضمون کا آغاز بھی ساقی نامہ سے کیا ہے، چند شعر ملاحظہ ہوں۔

بیا ساقی آن راحت انگیز روح — بدہ تا صبوحی کنم در صبوح
صبوحی کہ بر آب کوثر کنم — حلال است اگر تا بہ محشر کنم
ز نیرنگ این پردہ دیر سال — خیالی شدم چون نیارم خیال
شب و روز ازین پردۂ نیلگون — بسی بازی چابک آید برون
گر آید زمن بازی دل پزیر — ہم از بازی چرخ گروندہ گیر...

نظامی کا خاص وصف زور کلام ہے۔اس سے قبل بیشتر شاعروں نے مثنویاں لکھی ہیں جن کا انداز یہ تھا کہ شاعر واقعات کو سادگی کے ساتھ ادا کر دیتا تھا۔ نظامیؔ کسی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ایسے الفاظ، تراکیب اور تشبیہات استعمال کرتا ہے جس سے بیان باعظمت اور پر شکوہ ہو جاتا ہے۔مثلاً کمند کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

کمند اژدہای مسلسل شکنج
دہن بازکردہ بہ تاراج گنج

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نظامی نے اس تشبیہ سے کمند کے بیان کو کس قدر رزوردار بنا دیا۔

داراؔ کے جلال و جبروت کا شہرۂ ایران سے روم تک تھا۔ اس کے نام سے سلاطین کانپتے تھے۔ روم وشام کے تاجدار اس کے باجگذار تھے۔ روم سے حسب معمول خراج آنے میں دیر ہوئی تو داراؔ کی پر ہیبت پیشانی شکن آلودہ ہوگئی۔ اس نے سکندر کے پاس سفیر بھیج کر خراج کا مطالبہ کیا۔ سکندر اپنی فتوحات کے نشے میں سرشار تھا۔ اس نے ساری دنیا کو فتح کرنے کے منصوبے بنا رکھے تھے۔ اس پیغام کو سن کر اس کی کیفیت ایسی ہوئی جیسے کوئی اژدہا کو نوک سنان سے چھیڑ دے۔ سکندر نے جو جواب دیا، اس میں انتہا درجے کی تندی وتیزی ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

سپہر آن بساط کہن در نوشت | بساط دگر ملک را تازہ گشت
ہمہ سالہ گوہر نخیز و زسنگ | گہی صلح ساز و جہان گاہ جنگ
بگردن کشی بر میادر نفس | بشمشیر با من سخن گوی وبس
ترا آن کفایت کہ شمشیر من | نیارد سر تخت تو زیر من
چومن پا رکابی کہ برداشتم | عنان جہان بر تو بگذاشتم
تو آنکہ داری چنان توشہ ای | رہا کن مرا در، چنین گوشہ ای
بر آنم میادر کہ عز آورم | بہم پنجگی با تو رزم آورم
بیکسو نہم مہر و آزرم را | بجوش آورم سینۂ گرم را
مگر شہ نداند کہ دو روز جنگ | چہ سرہا بریدم در اقصای زنگ
بیک تا ختن تا کجا تا ختم | چہ گردن کشان را سر انداختم
کسی کا رمغانی دہد طوق و تاج | چو زنہاریان چون فرستد خراج
بین پایگاہ مرا تا کجا است | بدین پایہ باید زمن مایہ خواست

نظامؔی کو واقعہ نگاری میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی۔ اس نے مظاہر قدرت کی تصویر کشی کچھ اس

طرح سے کی ہے کہ ان کی حیات و حرکت بھی تصویر کے ساتھ ساتھ ہمیں محسوس ہونے لگتی ہے۔ اشعار ذیل نظامؔی کی واقعہ نگاری کی بہت عمدہ مثال ہیں۔

چو پیر سبز پوش آسمانی — زسبزہ بر کشد پیچ جوانی

جو انان را و پیران را دگر بار — بہ سرسبزی در آردسرخ گلزار

گل از گل تخت کاؤسی برآرد — بنفشہ پر طاؤسی بر آرد

نظامی کے یہاں تشبیہات واستعارات کی زیادتی ہے۔ ویسے اکثر شاعروں کی یہ کوشش رہتی ہے کہ وہ اپنے کلام میں ایسی تشبیہیں اور استعارے لائیں جس سے حالات وواقعات کی تصویر کشی ہو جائے اور مضمون زیادہ بلند ہو جائے۔ نظامؔی نے اس فن کو برتنے میں اور بھی زیادہ جدّت پیدا کی ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے۔

زباریدن ابر کافور بار

سمن رُستہ از دست ہای چنار

نظامؔی کی تشبیہوں میں نہ صرف ذوق نظارہ کی تسکین ہوتی ہے، بلکہ لمس بھی محفوظ ہوتی ہے، ذیل کا شعر دیکھئے کہ شیریں کے حوض میں نہانے کی لطافت اور نزاکت کو کس خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

تن صافش کہ می غلطید در آب

چو غلطد قاقمی بر روی سنجاب

شاعری میں جذبات نگاری ایک اہم فن ہے۔ اس فن میں فردوسؔی کا کوئی جواب نہیں، لیکن فردوسؔی نے بھی انہی حالات سے متاثر ہو کر جذبات نگاری کی ہے جو بڑی وضاحت سے اس کے سامنے تھے۔ نظامؔی کی نگاہ جذبات کے ان دقیق اور عمیق پہلوؤں پر بھی گئی ہے جو عام نظر سے اوجھل ہیں۔ شیریں کے

مرنے کی جھوٹی خبر سے متاثر ہو کر فرہاد نے چاہا کہ اپنی زندگی کو اس کے عشق میں قربان کر دے، چنانچہ جس تیشے سے وہ جوئے شیر لانے کے عمل میں کوشاں تھا، اسی کو اپنے سر پر مار کر اپنی ناکام زندگی کو ختم کر دیا۔ فرہاد شیریں کا سچا عاشق تھا، جب یہ خبر شیریں کو پہنچتی ہے تو اسے اپنی زندگی ایک طویل ڈراونی رات نظر آتی ہے۔ اس رات کے خاتمے کے لیے وہ خدا کے حضور میں دعا کرتی ہے۔

شبی ناخوش تر از سوگ عزیزان　　　وزو خونین دل بیمار خیزان

گرفتہ آسمان شب را در آغوش　　　شدہ خورشید را مشرق فراموش

زتاریکی جہان را بند برپای　　　فلک چون قطب حیران ماندہ برجای

ایک حسرت زدہ ناکام اور نامراد دل کی صدا میں اس سے زیادہ کیا ہوگی۔ داؔرا جو کیانی عظمت کا آخری علمبردار تھا، سکندر سے پیاپے شکستیں کھا کر آوارہ دیار ہو جاتا ہے اور بالآخر کسی غلام کے ہاتھوں زخم کھا کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ سکندر دارا کی زندگی کا یہ اندوہگین انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور عالم نزع میں دارا سے پوچھتا ہے، میں اب تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ دارا جواب دیتا ہے۔

چنین داد دارا بخسرو جواب　　　کہ بگذار تا سرنہم من بخواب

رہا کن کہ در من رہا ی نماند　　　چراغ مرا روشنای نماند

سپہرم بدان گونہ پہلو درید　　　کہ شد در جگر پہلوم ناپدید

مختصر یہ کہ متقدمین میں ایران میں اقلیم سخن کے بڑے بڑے تاجدار گذرے ہیں، لیکن کسی کی قوت شعری نظامی کی طرح ہمہ گیر نظر نہیں آتی۔ فردوؔسی، شاہنامہ کی بدولت زندہ ہے، خیاؔم اپنی چند رباعیوں کے باعث زندہ ہے، انورؔی اور خاقاؔنی قصیدے کے استاد تھے، سعدؔی غزل اور اخلاقی شاعری کے بادشاہ ہیں، حاؔفظ غزل گوئی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، ان کے برعکس نظاؔمی ان تمام اصناف میں یکساں مقام کا حامل ہے، عشقیہ مثنوی میں تو اس کا ثانی ہی پیدا نہ ہو سکا۔

نظامی گنجوی

حمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

به نام خدای بخشندهٔ مهربان

ای نامِ تو بهترین سر آغاز
بی نامِ تو نامه کی کنم باز
ای یادِ تو مونس روانم
جُز نامِ تو نیست بر زبانم
هم قصّهٔ نا نموده دانی
هم نامهٔ نا نوشته خوانی
از ظلمت خود رهاییَم دِه
با نورِ خود آشناییَم دِه

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
بہترین	بہت عمدہ
سرآغاز	ابتداء شروعات
نامہ	خط ،لکھا ہوا خط ، یہاں پر مراد تصنیف کے آغاز سے ہے۔
کی	کب
کنم	میں کروں
باز	کھولنا۔ پھر۔ دوبارہ
یاد	یاد۔لیکن یہاں پر ذکر کے معٰنی بھی لئے جاسکتے ہیں
مونس	آرام دینے ولا ،سکون دینے والا۔اُنس رکھنے والا ،آرام دینے والا ساتھی
روانم	میری روح
جز	سوا، علاوہ، بغیر
برزبانم	میری زبان پر
ہم	بھی
قصّہ	حکایت۔کہانی
ناُنمودہ	نہ دکھلایا ہوا
نازشتہ	نہ لکھا ہوا

دانی	تو جانتا ہے
خوانی	تو پڑھتا ہے
ظلمت	اندھیرا
خود	اپنا، اپنی
رہا ییم دہ	مجھ کو چھٹکارا دے یا مجھ کو اس سے نجات دے
نور	روشنی
آشنا ییم دہ	مجھ کو اپنی دوستی سے نواز یا مجھ کو اپنی معرفت عطا فرما۔

ترجمہ:

شعر۱: (اے خداوند قدوس) کسی کام کی ابتدا کرنے سے پہلے تیرا نام لینا سب سے عمدہ (بات) ہے (اور) میں اپنے خط (یہاں پر تصنیف) کو بغیر تیرا نام لیے کیسے کھولوں؟

شعر۲: (اے خدا) تیری یاد (ذکر) میری روح کے لیے باعث سکون و اطمینان ہے۔ تیرے علاوہ کسی اور کا نام میری زبان پر نہیں ہے۔

شعر۳: تو نہ دیکھی ہوئی (پوشیدہ) کہانیوں کو بھی جانتا ہے۔ اور نہ لکھے ہوئے خطوں کو بھی پڑھ سکتا ہے۔ (یعنی تیری ذات علاّم الغیوب ہے) یعنی غیب کا راز تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شعر۴: اپنی (معرفت کے) اندھیروں سے مجھ کو چھٹکارا دے اور اپنی (معرفت کے) نور سے مجھ کو آشنائی عطا فرما۔ (مطلب یہ ہے کہ مجھ کو اندھیرے سے نکال کر روشنی عطا فرما)

مشق:

۱۔ 'حمد' سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

۲۔ اس حمد کے اشعار کو زبانی یاد کیجیے۔

۳۔ اس حمد میں خداوند قدوس کی جن صفات کا بیان کیا گیا ہے اس پر غور کریے۔

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کیجیے۔

سرآغاز۔ مونس۔ نانمودہ۔ نانوشتہ۔ ظلمت۔ نور۔ آشنا یم۔ رہا یم۔

سوالات:

۱۔ کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے کس کا نام لینا چاہیے؟

۲۔ کس کی یاد روح کو سکون عطا کرتی ہے؟

۳۔ غیب کی چیزوں سے کون واقف ہے؟

۴۔ اس حمد میں ''ظلمت'' اور ''نور'' ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں یا متضاد؟

تفصیلی سوالات

۱۔ مندرجہ بالا حمد کے اشعار کی تشریح اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ نظامؔی کی سوانح حیات بیان کریں۔

۳۔ نظامؔی کی شاعری کی خوبیاں بیان کریں۔

مناجات

مناجات کے لغوی معنی ''سرگوشی کرنا'' کان میں بات کہنا'' ہیں لیکن اصطلاح میں اللہ کی بارگاہ میں اس طرح سے دعا وزاری کرنا ہے جیسے کہ بندہ خدا کے سامنے حاضر ہو کر اس کی خدمت اقدس میں اپنی حاجتیں اور ضروتیں پیش کرتا ہے یا اپنے گناہوں سے معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔ یہ مناجاتیں نثر میں بھی ہوتی ہیں اور نظم میں بھی نثر میں مشہور صوفی حضرت ابو سعید ابوالخیر کی مناجات بہت مشہور ہیں۔ان کے علاوہ دوسرے نثر نگاروں کی مناجات بھی ملتی ہیں۔ اسی طرح نظم میں بھی بہت سے شعراء نے مناجاتیں کہی ہیں۔معلم اخلاق شیخ سعدؔی کی مندرجہ ذیل مناجات برجستہ، سادہ، موثر اور رواں ہے اور اپنی ان خصوصیات کی بنا پر زبان زد عوام وخاص ہے۔

مصلح الدین سعدؔی شیرازی

عہد ایلخانی فتنہ وفساد کا دور ہے، سرزمین ایران میں بے گناہوں کے قتل وخونریزی کا عہد ہے، گھروں، مسجدوں، تعلیمی اداروں اور کتب خانوں کی ویرانی کا دور ہے، اسی پرفتن دور میں سعدؔی شیرازی پیدا ہوئے جن کے ادبی کارناموں نے اہل ایران کے مجروح دلوں پر مرہم کا کام کیا۔

سعدؔی کے نام میں محققین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، لیکن بیشتر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کا نام شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدؔی تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش میں بھی شدید اختلاف ہے وجہ یہ ہے کہ کسی بھی قدیم تذکرے میں آپ کی پیدائش کا سال درج نہیں ہے۔ محققین نے آپ کی پیدائش کی دو تاریخیں لکھی ہیں ایک ۵۸۵ھ اور دوسری ۶۰۶ھ۔ آپ کے سلسلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ سو سال سے زیادہ زندہ رہے۔ اس روشنی میں رضا زادہ شفق نے گلستان جو ۶۵۶ھ میں تصنیف ہوئی، سے ایک شعر نقل کیا ہے جو یوں ہے:

ای کہ پنجاہ رفت و در خوابی!
مگر این پنج روزہ دریابی

اور لکھا ہے کہ اس شعر کی روشنی میں ۶۰۶ھ میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ مختلف قرائن کے پیش نظر یہی سال درست بھی معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی وفات ۶۹۱۔ ۶۹۴ھ کے درمیانی سالوں میں خود ان کے وطن شیراز میں ہوئی اور وہ اسی شہر میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار ''سعدیہ'' کے نام سے مشہور ہے اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ سعدؔی کی وفات کے مذکورہ سال سے تقریباً تمام تذکرہ نگار

اورتاریخ نگار متفق ہیں۔

عین جوانی میں سعدیؔ سایۂ پدری سے محروم ہوگئے جیسا کہ درج ذیل اشعار سے ظاہر ہے:

مرا باشد ز حال طفلان خبر
کہ در طفلی از سر برفتم پدر
من آنکہ سر تاجور داشتم
کہ سردر کنار پدر داشتم

سعدیؔ کے اجداداہل علم ودانش تھےاور علوم دینی میں شہرت رکھتے تھے ، خودفرماتے ہیں :

ھمہ قبلۂ من عالمان دین بودند
مرا معلم عشق تو شاعری آموخت

سعدیؔ نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی اوراس کے بعد بغداد روانہ ہوئے اور وہاں مشہور مدرسہ نظامیہ اور دوسری علمی محفلوں میں کسب علوم کیا۔ جوانی ہی سے بے چین روح رکھتے تھے کسی ایک جگہ پابند ہوکر نہ رہے۔ ساری دنیا میں گھومنا اور لوگوں کو دیکھنا چاہتے تھے۔شوق جہاں گردی کے سوا ان کا وطن ایران مغلوں کے ہجوم میں گرفتار اور فارس خوارزم شاہیوں اور اتابکوں کی اولاد کی کشمکش میں مبتلا تھا،اس لئے ان کا دل اپنے وطن سے اچاٹ ہوگیا اور پھرانہوں نے جہان گردی شروع کردی اور ۳۰ سے ۴۰ سال کی مدت مسافرت ہی میں گذاری۔ بغداد،شام اور مکہ سے لے کر شمالی افریقہ تک گھومتے رہے، مختلف شہر اور گوناگوں ملتوں کو دیکھا،مختلف مذاہب اور فرقوں سے واقف ہوئے اور مختلف طبقات انسانی سے اختلاط پیدا کیا۔ غالباً اس مسافرت کا آغاز غیاث الدین خوارزم شاہی کے حملۂ فارس کے سال یعنی ۶۲۲ھ سے ہوا ہوگا اور اگر گلستان کی بعض حکایتیں صرف شاعرانہ تخیلات نہیں ہیں تو سعدیؔ نے کاشغر، ہندوستان اور ترکستان کا بھی سفر کیا ہے۔ ایک روایت کی رو سے وہ مکہ کے سفر میں تبریز پہنچے اور وہاں

اباقاآن، صاحب دیوان، اوراس کے بھائی سے ملاقات کی۔

اس طولانی سفر اور آفاق وانفس کی سیر کے بعد سعدیؔ تجارب معنوی اور افکار عالیہ کی ایک دنیا لئے ہوئے شیراز واپس آئے۔ وہاں ان کے ممدوح اور سرپرست اتابک ابوبکر بن سعد بن زنگی (۶۲۳۔ ۶۶۸ ھ) حاکم تھا، اور چاروں طرف امن وامان تھا، جیسا کہ سعدیؔ فرماتے ہیں:

چو باز آمدم کشور آسودہ دیدم

پلنگار ھا کردہ خوی پلنگی

اسی عہد میں سعدیؔ کو فراغت نصیب ہوئی، لہٰذا انہیں تصنیف وتالیف کا خیال آیا اور ''گلستان'' و ''بوستان'' لکھی، اپنے نغموں اور اپنے کلام کو یکجا کیا، بکھرے ہوئے اشعار وقطعات کو مرتب کیا۔ سعدیؔ ان خوش نصیب شاعروں میں ہیں جنھوں نے اپنی جوانی کی ابتدا میں ہی اپنی شہرت کا غلغلہ سنا اور ان کی یہ ناموری اتابک ابوبکر کے زمانے میں کمال کو پہنچی جیسا کہ ''بوستان'' میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

کہ سعدیؔ کہ گوی بلاغت ربود

در ایام بو بکر بن سعد بود

''گلستان'' اور ''بوستان'' کے علاوہ سعدیؔ کے قصائد، غزلیات، قطعات، ترجیع بند، رباعیات، مقالات اور عربی قصائد بھی ہیں جو ان کے کلیات میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ سعدیؔ اتابکان فارس کے علاوہ صاحب دیوان اور اس کے بھائی عطا ملک جیسے مشاہیر سے بھی تعلق رکھتے تھے، ان کی مدح بھی کی ہے۔ اپنے زمانے کے شاعروں اور ادیبوں سے بھی ان کے تعلقات اچھے تھے، چنانچہ مجد ہمگر جو خود اتابک ابوبکر کے دربار سے منسلک تھا، سعدیؔ کے بارے میں لکھتا ہے:

از سعدیؔ مشہور سخن شعر روان جوی

کو کعبہ فضل است دلش چشمہ زمزم

علاوہ ازیں خواجہ حافظ شیرازی، امیر خسرؔو دہلوی وغیرہ جیسے عظیم غزل گوشاعروں نے بھی سعدؔی کی برتری اور بزرگی کو قبول کیا ہے۔

آیندہ نسلوں نے سعدؔی کا جتنا اثر قبول کیا، دنیا میں ان کی جتنی شہرت ہوئی، مشرقی خصوصاً ایرانی ادبیات پر انہوں نے جو اثر ڈالا، ان سب کا ذکر اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہے۔

شاعری

سعدؔی شیرازی کو فارسی غزل کا موجد کہا جاتا ہے متقدمین میں الگ سے باضابطہ غزل لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ وہ قصیدہ کی ابتداء میں تشبیب کے جو اشعار کہتے تھے انھیں کو غزل کہا جاتا تھا۔ سعدؔی شاعر پہلا شاعر ہے جنہوں نے غزل کو صحیح معنوں میں غزل کو غزل بنایا۔ ان کی غزلوں میں جو خاص باتیں ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

جذبات نگاری میں سعدؔی بڑا اونچا م رکھتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ ان کی آپ بیتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلوں میں سوز و مستی اور رفعت واحساس کا بیشتر مظاہرہ ہوتا ہے۔

عاشقانہ مضامین کا حال یہ تھا کہ سعدؔی سے قبل غزل میں نہایت سادگی سے ادا کیے جاتے تھے لیکن جب سعدؔی کا وقت آیا تو انہوں نے اس میں جدت پیدا کی اور معمولی سے معمولی مضامین آپ کے جدت ادا کے باعث بہت بلند ہو گئے۔ سعدؔی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بیدار دل عارف وصوفی بھی تھے لہٰذا ان کی بعض غزل تصوف وعرفان میں بھی ہیں جن کو پڑھ کر اہل حال پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سعدؔی چونکہ ایک صوفی انسان تھے ان کی بزرگی کا شہرہ بھی تھا لہٰذا انہوں نے اخلاق کو بھی اپنی غزل کا موضوع قرار دیا۔ ان کی ایسی غزلوں میں پند ونصیحت کا عنصر غالب ہے۔ انہوں نے اپنی ایسی ہی

غزلوں کی مدد سے بنی آدم میں احساسِ آدمیت کو اُبھارا ہے۔

سعدؔی نہایت آزاد خیالات آدمی تھے دولت و جاہ کی خاطر ان کی جبیں کسی چوکھٹ پر نہیں جھکی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قصیدوں میں بے جا خوشامد کی جگہ پند و نصیحت ہے۔ سعدؔی کے قصیدوں کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت سادہ اور صاف ہوتے ہیں اور یہی خوبی سعدؔی کو دوسرے قصیدہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔ سعدؔی نے قصیدہ گوئی میں ایک نئی راہ نکالی، ان کی توجہ الفاظ و تراکیب پر نہیں بلکہ معانی و بیان کی طرف ہے۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں واضح طور پر سیدھے سادھے الفاظ میں کہہ جاتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی ان کے بیان کی سادگی نہایت دلکش اور مؤثر ہوتی ہے۔

سعدؔی نے مرثیہ گوئی میں بھی ایک نئی راہ نکالی ہے آپ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے کسی ایک آدمی کا مرثیہ لکھتے ہوئے پوری قوم کی نوحہ خوانی کی ہے۔ مثلاً سعدؔی نے خلیفہ مستعصم باللہ کا مرثیہ لکھا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سعدؔی شیرازی نے شاعری کی تمام اصناف پر بخوبی طبع آزمائی کی ہے لیکن ان کا امتیاز شاعری میں غزل اور صرف غزل ہے۔

شیخ سعدیؔ شیرازی

مناجات

کریما بہ بخشای بر حالِ ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

نداریم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش بس

نگہدار ما را ز راہ خطا
خطا در گذار و صوابم نما

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
کریما	اے کرم کرنے والے! اس میں کریم پر الف ندائیہ کا اضافہ کیا گیا ہے
بہ بخشای	معاف فرمادے۔ درگذر کر دے۔ بخشا بخشیدن کا امر ہے۔
برحال ما	ہمارے حال پر
اسیر	گرفتار۔ قیدی
کمند	ایک قسم کا پھندہ
ہوا	نفسانی خواہشات۔ ہوس
غیر از تو	تیرے علاوہ
فریادرس	فریاد کو سننے والا
عاصیان	عاصی کی جمع گناہگاروں
خطا بخش	خطا معاف کر دے
بس	بہت۔ کافی
نگہدار	حفاظت کر۔ بچا
خطا	غلطی۔ گناہ
درگذر	بچا

صوابم   مجھے صحیح رکھ۔ درست رکھ

نما   دکھا

ترجمہ

شعر۱۔ اے کرم کرنے والے خدا ہمارے حال پر کرم کر اور ہمیں بخش دے کیونکہ ہم نفسانی خواہشات کے پھندے میں گرفتار و جکڑے ہوئے ہیں۔

شعر۲: ہم تیرے علاوہ کوئی فریاد سننے والا نہیں رکھتے ہیں (اور بخوبی واقف ہیں کہ) تو ہی گناہگاروں کی خطا کو بخشنے کے لیے کافی ہے۔

شعر۳: (اے خدا!) ہم کو گناہ کے راستہ سے بچاتے ہوئے ہمارے گناہ درگذر فرما اور درست راستہ (صراطِ مستقیم) کے لیے راہ نمائی فرما۔

مشق:

مندرجہ ذیل الفاظ کی مشق کیجیے۔

کریما۔ حال۔ اسیر۔ کمند۔ فریادرس۔

خطا بخش۔ عاصیاں۔ خطا۔ صواب۔ نیز۔ بس

سوالات:

۱۔ بخشنے والا کون ہے؟

۲۔ فریاد کس سے کرنی چاہیے؟

۳۔ ہوس کے جال میں گرفتار کو کون چھڑا سکتا ہے؟

۴۔ مناجات اور دعا میں کیا فرق ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا مناجات کی تشریح اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ سعدؔی کی سوانح حیات بیان کریں۔

۳۔ سعدؔی شیرازی کی شاعری پر نوٹ لکھیے۔

قطعہ

نظم کی وہ قسم ہے جو رباعی سے بالکل الگ ہوتی ہے۔اس میں کم سے کم دو شعر ہوتے ہیں زیادہ کی تعداد مقرر نہیں ہوتی ۔فارسی میں بہت سے شعراء نے قطعات کہے ہیں لیکن ابن یمینؔ کو قطعات کے شاعر کے طور پر جانا جاتا ہے۔سعدیؔ شیرازی نے بھی قطعات پر طبع آزمائی کی ہے اور خوب کی ہے۔

شیخ سعدیؔ شیرازی

قطعہ

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بر وئ زمین یک نشان نماند

آں پیر لا شہ را کہ سپردند زیر خاک
خاکش چنان بخورد کز و استخوان نماند

قطعہ

زندہ است نام فرخِ نوشیروان بہ عدل
گرچہ بسی گذشت کہ نوشیروان نماند

خیری کن ای خلان و غنیمت شمار عمر
زان پیشتر کہ بانگ بر آید فلان نماند

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی
نامور	مشہور
زیرزمین	زمین کے نیچے
ہستی	وجود
نماند	باقی نہ رہا
لاشہ	مردہ
استخوان	ہڈی
فرخ	مبارک
نوشیروان	ایران کا بادشاہ جو عدل و انصاف کے لیے مشہور تھا۔
بانگ	آواز

ترجمہ

بہت سے نامورلوگوں کوزمین کے نیچے دفن کردیا گیا ہے۔جن کی ہستی (وجود) کا روئے زمین پر ایک نشان بھی نہیں رہا(ہے) وہ بوڑھا مردہ جس کوزمین کے سپرد کیا گیا اس کو مٹی نے ایسا کھایا کہ اس کی ہڈی بھی نہ بچ سکی۔نوشیرواں کا مبارک نام انصاف کرنے کی وجہ سے زندہ ہے اگرچہ بہت (طویل) مدّت گذرگئی کہ نوشیرواں نہ رہا۔(یعنی نوشیرواں کی موت کو بہت طویل عرصہ ہوگیا) اے مخاطب! کوئی نیکی کرلےاور(اس) عمر کوغنیمت سمجھ اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں نہ رہا(یعنی فلاں کی موت ہو گئی)

مشق:

۱۔ قطعہ کے بارے میں استاد سے تفصیلات معلوم کیجیے۔

۲۔ نوشیرواں کے عدل پرمبنی اطلاعات فراہم کیجیے۔

۳۔ انسان کی موت کے بعداس کا نام زندہ رہنے کی وجوہات پرغور کیجیے۔

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کولکھ کرمشق کیجیے۔

نامور۔ زیرِزمین۔ نشان۔ پیر۔ لاشہ۔ زیرخاک۔ استخوان۔

فرخ۔ بسی گذاشت۔ غنیمت۔ بانگ۔فلان

سوالات:

۱۔ زمین کے نیچے کون لوگ دفن کیے گئے ہیں؟

۲۔ مٹی مردہ کو کیسے کھاتی ہے؟

۳۔ نوشیرواں کا نام کیوں زندہ ہے؟

۴۔ مرنے سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟

۵۔ اس قطعہ سے کیا تعلیم ملتی ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا اشعار کی تشریح اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ سعدیؔ شیرازی کی شاعری پر ایک نوٹ لکھیے۔

۳۔ قطعہ کی تعریف بیان کریں۔

ابن یمینؔ

امیر محمود بن یمینؔ الدین طغرائی ۶۸۵ ھ میں قصبہ فریومد میں جو خراسان کے صوبہ جوین میں واقع ہے، پیدا ہوا۔اس کے والد خود بھی اپنے دور کے اچھے شاعر تھے اور اپنے بیٹے کے ساتھ شعر میں خط و کتابت کرتے تھے ۔ابن یمین کے والد طغرائی خواجہ علاء الدین محمد مستوفی کے دربار میں دیوانی کے عہدے پر فائز تھے، جو سلطان ابوسعید کے دور حکومت میں خراسان کا والی تھا۔ایرانی شاعروں میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہوگا جسے ابن یمینؔ کی طرح اتنے انقلابات زمانہ سے گذرنا،حوادث دوراں سے دوچار ہونا اور ملک ملک اور در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑی ہوں۔ سلطان ابوسعید کی وفات اور خراسان میں سربداروں ، ہرات میں آل کرت، گرگان میں طغا تیموریوں کے ظہور ان کے اور دوسرے امیروں اور سربداروں کی آپس کی لڑائیوں اور شورشوں کی وجہ سے ایران کا ایک بڑا حصّہ اور خراسان خاص طور پر قتل و غارتگری اور تباہ کاری کا شکار ہوئے ۔ابن یمینؔ کو ان تمام حادثوں کا شکار ہونا پڑا۔اور ایک دربار سے دوسرے دربار میں پناہ ڈھونڈتا پھرتا رہا۔

ابتداء میں ابن یمینؔ خواجہ علاء الدین محمد اور بعد میں اس کے بھائی خواجہ غیاث الدین ہندو کی مدح کرتا رہا۔سربداریوں کے ظہور کے بعد وہ علاء الدین کے ساتھ گرگان چلا گیا اور ان ولایتوں کے حکمران طغا تیمور کی مدح کی۔ بعدازاں وہ خراسان گیا اور سربداری امراء میں خاص کر وجیہ الدین مسعود کی اپنے قصیدوں میں مدح کی۔ پھر وہ ہرات گیا اور امرائے آل کرت کی مدح کی اور خاص طور پر معزالدین کے اکرام وانعام کا مورد بنا رہا۔

ابن یمین کی زندگی کا اہم حادثہ یہ ہے کہ ۷۴۳ھ میں امیر وجیہ الدین مسعود سربداری (۷۳۸-۷۴۴) اور ملک معزالدین حسن کرت (۷۳۲-۷۷۱) کے مابین جولڑائی ہوئی اس میں ابن یمینؔ کے اشعار کا دیوان ضائع ہوگیا اور خود اسے گرفتار کر کے ہرات لایا گیا۔لیکن یہاں امیر حسین کے حکم پر اسے رہا کیا گیا۔اس امیر نے اس سے بڑی مہربانی اور لطف وکرم کا اظہار کیا۔

ذیل کے اشعار میں ابن یمین نے اس واقعہ کی طرف اشارہ بھی کیا ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

گر بدستان بستد از دستم فلک دیوان من
شکر ایزد کانک اومی ساخت دیوان بامنست
ور ربود از من زمانہ سلک درِ شاہورا
زانچہ غم دارم چو طبع خاطر افشان با منست
ور ز شاخ گلبن فضلم گلی بہ ربود باد!
گلشنی پر لالہ ونسرین و ریحان با منست

ابن یمین کی عمر کا آخری زمانہ اپنی زادگاہ فریومد میں بسر ہوا۔اس نے ۷۶۹ھ میں وفات پائی اور اپنے والد کے مقبرہ میں دفن ہوا۔

ابن یمینؔ علمی فضائل اور بڑے اچھے اخلاق کا حامل تھا، نہایت متقی اور پرہیزگار تھا، وہ خود کہتا ہے کہ:

من اندر کسب اسباب فضائل　　نکردم ہیچ تقصیر و توانی
ہنر پروردہ ام زینسان کہ بینی　　بیا انکار کن گر میتوانی

ابن یمین نے اپنی زندگی کے واقعات اور مختلف تجربات کو نہایت پرمعنی قطعات میں نظم کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے قصیدے بھی ہیں جو مختلف بادشاہوں کی مدح میں لکھے گئے ہیں، اخلاقی اور اجتماعی

مسائل پر قطعے لکھے اور بہترین غزلیں بھی اس کی یادگار ہیں۔اس کے اشعار کی مجموعی تعداد ۱۵ ہزار کے قریب پہنچتی ہے۔

ابن یمین کے قطعات کی نظیر فارسی ادب میں بہت کم ملتی ہے،ان قطعات میں شاعر نے سعی وعمل کی تلقین کی ہے، مستقل مزاجی کی تشویق وتحریص دلائی ہے۔وہ خود بھی زمین جائداد رکھتا تھا،لیکن ان تمام چیزوں کو بیچ دی اور قناعت کا پیشہ اختیار کرلیا۔اس کے اشعار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری عمر میں اس نے دنیا ور دنیا والوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی ،حتیٰ کہ اپنے دوستوں سے بھی دور ہوگیا، کہتا ہے۔

گوشہ ای گیر و کناری ز ہمہ خلق جہان　　　تا میان تو وغیر بنود داد و ستد

زانکہ باہر کہ تو را داد و ستد پیدا شد　　　گفتہ آید ہمہ نوح سخن از نیک و زبد

بگذر از صحبت ہمدم کہ تو را ہست دلی　　　ہمچو آیینہ و آیینہ زدم تیرہ شود

یوں تو ابن یمینؔ نے قصیدے بھی لکھے ہیں،لیکن اس کی شہرت اور ناموری کا دارومدار اس کے قطعات پر ہے۔اس سے قبل یہ فن اس قدر موردتوجہ نہ تھا۔اس نے ہر قطعہ میں فکرونظر کا اظہار کیا ہے۔مثلاً خست، مال پرستی اور دنیا گیری کی برائی بیان کی ہے۔تملق اور ناکسوں کے آگے مداہنت کو برا ٹھہرایا ہے۔ نیکی،شرافت اور اصالت کی مدح کی ہے، بداصل، دون ہمت اور رذیل طبیعت لوگوں کی مذمت کی ہے۔ اس کی نگاہ میں روزی مقسوم ومقدر کر دی گئی ہے،لہٰذا اس ضمن میں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے وہ منع کرتا ہے۔کوشش،عمل بردباری اور قناعت کی دعوت دی ہے۔اپنے قطعات میں عقل کی بھی تعریف کرتا ہے۔یہ درست ہے کہ اس کے بعض قطعوں سے تقدیر کی قدرت، ستاروں کی تاثیر اور انسان کا عجز ظاہر ہوتا ہے پھر بھی وہ ہمت اور عزم کی تحریص دلانے سے باز نہیں رہتا۔حد یہ ہے کہ بے چارگی کے مواقع پر بھی خودداری اور بے باکی کی تشویق دلاتا ہے۔

روزی دو گر بود بتو ایام بد کنش　　　　ہم عاقبت نکو شود ار باشت حیات

تا زندہ ای مدار از احداث دہر باک　　　　بیرون زمرگ سہل بود جملہ حادثات

اصولی اور بنیادی طور پر دانش وحکمت کی نگاہ میں جاہ ودولت کی کوئی اہمیت نہیں کمال ہر حال میں مال سے عمدہ چیز ہے، وجہ یہ ہے کہ کمال کو اگر آپ استعمال کریں تو اس میں اوراضافہ ہوتا ہے لیکن اگر مال کا استعمال کریں گے تو وہ کم ہو گا۔

حالت مال و علم اگر خواہی!　　　　کہ بدانی کہ ہر یکی چونست

مال دارد چو بدر روی بکاست　　　　علم چون ماہ نودر افزونست

مردانگی کی شرط اوّل یہ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ لطف سے پیش آئے، کسی کو تکلیف نہ پہنچائے، کسب ہنر کرے، اس لیے کہ اگر کسی سخت دل اور دل آزار آدمی کے پاس درہم و دینار ہوتا ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ہنر باید و مردی و مردمی و خرد　　　　بزرگ زادہ نہ آنست کہ درم دارد

زمال و جاہ ندارد تمتعی ہر گز　　　　کسی کہ بازوی ظلم و سرستم دارد

خوشا کسی کہ از و ہیچ بد بکس نرسد　　　　غلام ہمت آنم کہ این قدم دارد

ابن یمینؔ کے بعض قطعات عرفانی ہیں اور ان میں ایمانی نکات بیان کیے گئے ہیں۔

ان کے قطعات میں ہزل کے رنگ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ابن یمینؔ کے قطعات ادبی وفلسفیانہ معلومات پر دلالت کرتے ہیں۔مختصر یہ ہے کہ ابن یمینؔ کے قطعات گونا گوں موضوعات کے حامل ہیں۔ یہ قطعات ادبی قدر و قیمت بھی رکھتے ہیں اور اس میں آئندہ نئے نئے موضوعات اور مسائل داخل کر کے اس فن سے شاعروں نے بڑا اعلیٰ مقام پایا۔اس اعتبار سے ابن یمینؔ سبھی قطعہ نگاروں کے پیش رو قرار پاتے ہیں۔

ابن یمینؔ

قطعہ

مرد باید کہ ہر کجا باشد
عزت خویشتن نگہ دارد

خود پسندی و ابلہی نہ کند
ہر چہ کبر و منی است بگزارد

قطعہ

بطریقی رود کہ مردم را
سر موی زخود نیازارد

ہمہ کس را ز خویش بہ داند
ہیچ کس را حقیر نہ شمادر

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
مرد	آدمی
باید	چاہیے
ہرکجا	ہرجگہ
خویشتن	اپنا۔اپنی
نگہ دارد	حفاظت کرے
خودپسندی	خودبینی
ابلہی	بےوقوفی
کبر	غرور
منی	خودی۔خودپسندی۔ اپنے کو بڑا سمجھنا
بطریقی	اس طرح سے
حقیر	کمتر
نیازارد	کسی کو نقصان نہ پہنچائے
ہمہ کس	ہرشخص (کو)
ہیچ کس	کسی کو بھی نہیں

ترجمہ

آدمی کو چاہیے کہ وہ جہاں بھی رہے اپنی عزت کی حفاظت کرے۔خود بینی و بے وقوفی (کے کام) نہ کرے۔ جتنا ہو سکے غرور وتکبر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے پرہیز کرے۔اس طرح سے اپنی زندگی گذارے کہ کسی شخص کو (اس کی وجہ سے) ایک بال کی نوک کے برابر بھی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ ہر شخص کو اپنے سے بہتر جانے اور کسی شخص کو بھی حقیر (کمتر) شمار نہ کرے۔

مشق:

۱۔ اپنی زندگی کو پُر سکون گذارنے میں جو چیزیں انسان کے لیے ضروری ہیں ان کے بارے میں اپنے استاد سے تبادلۂ خیالات کیجیے۔

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی مشق کیجیے۔

باید۔ کجا۔ خویشتن۔ خودپسندی۔ ابلہی۔ کسیر۔ منی۔ نیازارد۔
ہمہ کس۔ ہیچ کس۔ حقیر۔ شمادر۔

۳۔ اپنے استاد کو کوئی اخلاقی تعلیم پر مبنی قصہ یا حکایت سنایئے۔

سوالات:

۱۔ انسان کو کیا کرنا چاہیے؟

۲۔ انسان کو کن چیزوں سے بچنا چاہیے؟

۳۔ کسی شخص کو تکلیف پہنچانا اچھا ہے یا برا؟

۴۔ خوشحال زندگی گذارنے کا کیا طریقہ ہے؟

تفصیلی سوالات

۱۔ مندرجہ بالا قطعہ کی تشریح اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ ابن یمینؔ کی سوانح حیات پر تبصرہ کریں۔

۳۔ ابن یمینؔ کی شاعری پر نوٹ لکھیے۔

غزل کی تعریف

غزل کے لغوی معنی ''سخن بزنان گفتن'' کے ہیں یعنی عورتوں سے عشق ومحبت کی باتیں کرنا۔غزل کی تعریف میں کہا جاسکتا ہے کہ غزل فارسی قصیدے کی تشبیب سے ماخوذ ہے جس میں محبوب کا خصوصی ذکر کیا جا تا ہے۔غزل کم سے کم پانچ اشعار کی ہوتی اور زیادہ سے زیادہ اکیس اور اکتیس اشعار تک غزل میں کہے جاسکتے ہیں۔

غزل کے پہلے شعر کو مطلع اور آخری شعر کو جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے اس کو مقطع کہتے ہیں۔مطلع کے بعد بھی اگر کسی شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف وقافیہ ہوں تو ایسے شعر کو حسنِ مطلع کہتے ہیں۔اور غزل میں قافیہ بند شعر بھی لکھے جاتے ہیں۔

فارسی غزل میں بہت سے جامع کمالات شعراء گذرے ہیں جن میں سعدیؔ ، حافظؔ اور ہندوستان میں امیر خسروؔ، غالبؔ اور اقبالؔ بہت مشہور ہیں۔غزل کا مطلع جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں اور باقی اشعار میں یہ شرط نہیں ہے کہ دونوں مصرعے ہم قافیہ ہم ردیف ہوں البتہ غزل کا ہر شعر اپنے آپ میں مکمل ہوتا ہے۔غزل میں مختلف موضوعات پر اظہار خیال کیا جا تا ہے۔حسن و عشق کے علاوہ اخلاقیات اور تصوف کا بیان بھی فارسی غزل کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

حافظؔ شیرازی حیات اور شاعری

حافظؔ شیرازی آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں ۷۲۶ھ کے قریب شیراز میں پیدا ہوئے، ان کا پورا نام شمش الدین محمد، تخلص حافظؔ اور لقب ''لسان الغیب'' تھا۔ تذکروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد کا نام بہاء الدین تھا جو فارسی کے سلفری اتابکوں کے عہد میں اصفہان سے ہجرت کر کے شیراز چلے گئے تھے۔ خواجہ حافظ کی والدہ کازرون کی رہنے والی تھیں۔

حافظؔ نے مروجہ علوم کی تحصیل اپنے وطن ہی میں کی۔ حافظؔ نے اپنے عہد کے علماء کی مجلسوں میں درس پا کر ایک بلند مقام پر پہنچ گئے۔ ان کے استادوں میں ایک قوام الدین عبداللہ (متوفی ۸۷۳ھ) بھی تھے۔ حافظ قرآن ہونے کی نسبت سے حافظؔ نے اپنا تخلص ''حافظ'' اختیار کیا۔ آپ کے کلام میں جو تاثیر ہے اسے وہ قرآن خوانی کا فیض قرار دیتے ہیں۔

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظؔ
بہ قرآنی کہ اندر سینہ داری

حافظؔ کے والدین دراصل اصفہان کے تاجر تھے۔ بغرض تجارت اصفہان سے ہجرت کر کے شیراز آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب صوبہ فارس میں اتابکان فارس کی حکومت تھی۔ حافظ ابھی ایام طفلی ہی میں تھے کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ان کے دو بھائی اور بھی تھے جو آپ سے بڑے تھے۔ یہ سب شیراز ہی میں رہتے تھے، لیکن باہمی ناچاقی کی باعث حافظؔ کے دونوں بھائی کسی دوسری جگہ چلے گئے اور آپ اپنے والدہ کے ساتھ شیراز ہی میں رہ گئے۔ بچپن میں کسب معاش کا بوجھ پڑا چنانچہ آپ نے ایک خمیر ساز کے ہاں نوکری اختیار کر لی اور وہاں سے جو انہیں ملتا تھا اس سے گذر اوقات چلتا تھا۔

حافظؔ نے علم حکمت شمش الدین عبداللہ شیرازی کی صحبت میں رہ کر حاصل کی۔ تذکرہ نویسوں کے مطابق قاضی عضدالدین عبدالرحمٰن یحییٰ سے بھی انہوں نے تعلیم حاصل کی جو اس عہد کے نامور علماء اور حکما میں شمار ہوتے تھے، حاجی قوام الدین حسن اس عہد کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے اور دیوان مالیات کی محصلی کے عہدہ پر فائز تھے، حافظؔ نے ایک جگہ ان کی تعریف بھی کی ہمجد الدین اسماعیل شیراز کے قاضی تھے اور مدرسہ مجدیہ میں جو خود ان کے نام سے منسوب تھا، درس دیا کرتے تھے۔

حافظؔ کا زمانہ بڑے انقلاب اور خونریزی کا زمانہ تھا، لیکن اس کے باوجود اس زمانے میں علماء و فضلا، صوفیا و اولیاء اور شعراء و ادباء فارس میں بکثرت موجود تھے، اسی وجہ سے حافظ کی سخن فہمی کا دائرہ کافی وسیع تھا۔ حافظؔ نے ابواسحاق کی زوال پر بہت ہی درناک شعر لکھے ہیں۔ ابواسحاق کی سلطنت کا خاتمہ آل مظفر کے بانی محمد مبارز الدین کے ہاتھوں ہوا تا، پھر اس کے بیٹوں نے یعنی شاہ محمود اور شاہ شجاع نے اس کے خلاف بغاوت کر کے اسے مغلوب کر لیا اور شاہ شجاع کے حکم سے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی گئی۔ حافظؔ نے اپنے ایک قصیدہ میں اس کی ستم کاری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس کے مظالم کا حال بھی بیان کیا ہے۔

آل مظفر میں مبارز الدین کا بیٹا شاہ شجاع اور اس خاندان کا آخری حکمران شاہ منصور خاص طور پر حافظؔ کے ممدوح رہے ہیں۔ جلاالدین شاہ شجاع خود بھی ادبی ذوق رکھتا تھا۔ اسی بادشاہ کے عہد میں شیراز کو ظاہر پرست خشک متعصبوں کے پنجے سے رہائی ملی۔ حافظؔ نے کئی جگہ اپنے اشعار میں اس بادشاہ کا نام بھی لیا ہے۔

''تاریخ فرشتہ'' میں مرقوم ہے کہ دکن کے بہمنی سلاطین کے پانچویں حکمران محمود شاہ بن حسن نے جو علم دوست اور ادب پرور تھا، نے حافظؔ کو اپنے ملک میں بلانا چاہا، محمود شاہ نے دعوت کے ساتھ حافظؔ کی خدمت میں زادراہ بھی روانہ کیا، حافظؔ دکن جانے کے لئے کشتی میں سوار بھی ہوئے لیکن کشتی طوفان میں

پھنس گئی لہٰذا حافؔظ ساحل پر اتر گئے اور واپس ہو گئے اور دکن نہیں جا سکے۔

شبلی کے مطابق بنگالہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ غیاث الدین بن اسکندر نے بھی خواجہ حافؔظ کو بنگال آنے کی دعوت دی تھی، لیکن غیاث الدین کی تخت نشینی کا سال ۷۹۲ھ لکھا ہے اس لئے اگر یہ دعوت خواجہ صاحب کو دی گئی ہو گی تو اس کے جلوس سے پہلے کی بات ہو گی کیونکہ اس تاریخ تک حافظ کا انتقال ہو چکا تھا۔

سعدؔی کی طرح حافؔظ نے لمبے لمبے سفر نہیں کئے، پوری عمر میں ایک مختصر سا سفر انہوں نے بندر ہرمز تک۔ باقی عمر وہ شیراز ہی میں مقیم رہے اور اس شہر کی صفائی حسن وزیبائی اور اس کے مقام گلگشت اور دریائے رکن آباد کے ساحل سے ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

نمی دہند اجازت مرا بسیر و سفر
نسیم باد مصلیٰ و آب رکن آباد

خواجہ حافظ نے ۷۹۱ھ میں شیراز میں وفات پائی اور شہر کے اسی حصّے میں جس کی سیر و تفریح سے وہ اپنا دل بہلاتے تھے اور اس کی گلگشت ان کی محبوب تفریح گاہ تھی اور جس کا نام مصلیٰ تھا، سپرد خاک ہوئے۔

شاعری

یہ امر مسلم ہے کہ غزل کی بنیاد سعدؔی نے ڈالی اور امیر خسؔرو و حسؔن دہلوی نے اس کو کافی ترقی دی۔ ساتویں صدی ہجری کے گلستان چمن مین ابھی انہیں بلبلوں کی سریلی آوازیں گونج رہی تھیں کہ سلمانؔ ساوُجی اور خواؔجو کرمانی نے نغمہ سنجی شروع کی۔ لیکن ان دونوں کو سعدؔی اور امیر خسؔرو جیسا بلند مقام نہیں مل سکا۔ البتہ قصیدہ نگاری اور مثنوی گوئی میں ان دونوں کو وہ کمال حاصل تھا جو دوسروں کو میسر نہ ہو سکا

اور یہی اثر اکثر غزل میں بھی کام دیا۔غزل میں بھی ان دونوں نے کچھ جدتیں پیدا کیں۔سلماؔن بغداد کے ملک الشعراء تھےاور خواؔجو کرمان کے ممتاز شاعروں میں تھے۔

الغرض حاؔفظ نے غزل کے ماحول میں آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ سلماؔن اور خواؔجو کا رنگ سارے ملک پر چھائے ہوا تھا۔ چنانچہ ابتداء میں انہوں نے خواؔجو کے کلام کو سامنے رکھ کر لکھنا شروع کیا جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

استاد غزل سعدؔی پیش ہمہ کس اما
دارد سخن حاؔفظ طرز و روش خواؔجو

حقیقت یہ ہے کہ حاؔفظ کی شاعری میں متعدد ایسی باتیں ہیں جن کا مجموعہ اعجاز بن گیا ہے ممکن ہے ان میں سے ایک چند الگ الگ اوروں کے یہاں بھی نکل آئے لیکن حاؔفظ کا کلام ''خوبان ھمہ دارند تو تنہا داری'' کا مصداق ہے۔

حاؔفظ کے کلام میں بعض اوصاف ایسے ہیں جو اوروں کے کلام میں اس درجہ تک نہیں پائے جاتے ہیں، مثلاً صفائی، برجستگی اور روانی، یہ وصف سعدؔی اور خسرؔو کے بھی مایۂ ناز رہا ہے، لیکن یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے مدارج کا کوئی حد نہیں، ممکن ہے کہ ایک شعر خود نہایت رواں، صاف اور برجستہ ہو، اور ایک اور شعر اس سے بھی زیادہ صاف اور دھلا ہوا ہو۔ آیئے ذیل میں مختصراً حاؔفظ کے اوصاف شاعری کا جائزہ لیتے ہیں۔

جوش بیان

فارسی شاعری باوجود ہزاروں گونا گون اوصاف وخیالات کے جوش بیان سے خالی ہے۔فردوؔسی اور نظاؔمی کے یہاں خاص موقعوں پر جوش بیان کا پورا زور ہے، لیکن وہ اوروں کے خیالات اور واردات

ہیں۔اس کے برعکس حافظؔ کے کلام میں جو جذبات ہیں، وہ خود ان کے واردات اور حالات ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ ان کو اس جوش سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عالم چھا جاتا ہے۔جوش بیان کے لئے کسی خاص مضمون کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر خیال اور ہر مضمون کو جوش کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔البتہ اختلاف نوعیت کے اعتبار سے صورتیں بدلتی جاتی ہیں مثلاً خوشی اور مسرت کا بیان،قہر وغصب کا بیان وغیرہ۔ بہر کیف ہر مضمون کو وہ اس جوش کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ سننے والوں پر یہی اثر طاری ہو جاتا ہے۔

در نمازم خم ابروی توام یاد آمد
حالتی رفت کہ محراب بہ فریاد آمد

حافظؔ پر رندی اور سرمستی کا غلبہ تھا،اس لئے یہ وصف ان کے پورے کلام میں اس جوش وخروش کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ فارسی شاعری کی ہزار سالہ زندگی میں اس کی ایک بھی نظیر نہیں ملتی۔اس کا اندازہ کرنے کے لئے ایک رند کا تصوّر دل میں کریں کہ وہ کن کن خیالات میں مست رہتا ہے،یعنی شرم وحیا چھوڑو،کسی سے مت ڈرو،زاہد کو کیا معلوم کے جام کیا ہے مطرب سے کہدو کہ ترانہ گائے،ساری دنیا پر میری حکومت ہے مثلاً

بیا تا گل بر افشانیم ومی در ساغر اندازیم
فلک را سقف بہ شگافیم وطرح نو در اندازیم

اگر غم لشکر انگیز د کہ خون عاشقان ریزد
من وساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

خواجہ حافظؔ کے اس خاص کمال (جوش بیان) کا صحیح اندازہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ہم اسی مضامین کے تحت دوسرے استاد سے موازنہ کریں، ملاحظہ ہو،سلمانؔ کہتا ہے:

درون صاف زاہل صلاح و زہد مجوی

کہ این نشانۂ رندان دردی آشام است

اسی مضمون کو حافظؔ یوں بیان کرتے ہیں:

راز درون پردہ ز رندان مست پرس
کین حال نیست زاہدعالی مقامی را

بدیع الاسلوبی:

اکثر مضامین ایسے ہیں جو مدتوں سے بندھتے آتے تھے،لیکن بجائے خود بالکل معمولی مضامین تھے جس میں کوئی دلفریبی نہ تھی۔لیکن حافظؔ کی جدت ادا نے اس معمولی مضمون کو بھی نہایت لطیف بنا دیا۔ مثلاً محبوب کی آنکھ کو سب،مخمور،سرشار اور مست کہتے ہیں۔لیکن حافظؔ کی زبانی سنئے:

ہر کس بہ دید چشم اوگفت
کو محتسبی کہ مست گیر د

موازنہ کے اشعار ملاحظہ ہوں،سعدیؔ فرماتے ہیں:

ای بلبل اگر نالی من باتو ہم آوازم
توعشق گل داری من عشق گل اندامی

اس مضمون کو حافظؔ یوں ادا کرتے ہیں:

بنال بلبل اگر بامنت سریاری است
کہ مادو عاشق زاریم و کارمازاری است

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ بلبل اگر تو رونے پر آمادہ ہے تو میں بھی تیرا ساتھ دینے پر آمادہ ہوں، مجھ کو تم سے ہمدردی صرف اس وجہ سے ہے کہ تو گل کا عاشق ہے اور میرا معشوق گل اندام ہے۔غرض شیخ

نے ہمدردی کی وجہ معشوق کا یک گونہ اشتراک قرار دیا ہے۔اس کے برعکس خواجہ حافظؔ ہمدردی کی وجہ عشق کی شرکت قرار دیتے ہیں۔معشوق کے اشتراک سے کوئی تعلق نہیں۔اس کے علاوہ خود بلبل کے پیرو نہیں بنتے ، بلکہ کو اپنا پیرو بناتے ہیں۔لفظ ''دو'' پر جوز ورصرف کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشق کے صحیح دعویدار صرف دو ہی ہو سکتے ہیں، عاشق اور بلبل، ان باتوں کے ساتھ ''زار'' اور ''زاری'' کا اجتماع شعر کو نہایت بلند پایہ کر دیتا ہے۔

واردات عشق

حافظؔ نے شاعری کی مختلف انواع کو لیا ہے اور تمام کو بلند مرتبہ پر پہنچا دیا ہے۔لیکن ان کی اصل شاعری عشق و عاشقی اور رندی و سرمستی ہے۔رندانہ مضامین وہ جس زور کے ساتھ ادا کرتے ہیں وہ قابل تعریف ہے۔عشقیہ مضامین سے ان کا دیوان بھرا پڑا ہے اور اس کا مظاہرہ جوش بیان کے عنوان میں گذر چکا ہے۔ چونکہ حافظؔ فطرتاً شگفتہ مزاج تھے اس لئے ان کے عشقیہ جذبات غم اور درد سے کم تعلق رکھتے ہیں۔ وہ غمگین منھ بنانا بھی چاہتے ہیں تو چہرہ سے شگفتگی نہیں جاتی۔اس بنا پر وہ ناز و نیاز، بوس و کنار کے جذبات اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں۔ وہ اس قسم کا عشق نہیں کرتے کہ کسی کے پیچھے زندگی برباد کر دیں، گلیوں میں پڑے پھریں، اچھی صورت سامنے آئی، دیکھ لی دل تازہ ہو گیا، پاس بیٹھ گئے، ہم زبانی کا لطف اٹھا لیا، زیادہ چھلے تو سینے سے لگا لیا، گلے میں باہیں ڈال دیں، اس حالت پر بھی کوئی برا خیال نہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں:

منم کہ شہرۂ شہرم بہ عشق ورزیدن
منم کہ دیدہ نیا لو دہ ام بہ بد دیدن

فلسفہ

حافظؔ کا فلسفہ تقریباً وہی ہے جو خیامؔ کا ہے۔ حافظؔ نے انہیں مضامین کو زیادہ تفصیل اور جوش کے ساتھ بیان کیا ہے ان کا فلسفہ اس مسئلہ پر شروع ہوتا ہے کہ انسان کو کائنات کا اسرار اور ان کی حقیقت کچھ معلوم نہیں اور نہ معلوم ہوسکتا ہے، اس مضمون کو سقراطؔ، فارابی، ابن سینا اور خیامؔ سب نے بیان کیا تھا لیکن حافظؔ کا جوش بیان سب سے الگ تھلگ اور خاص ہے:

برو ای زاہد خود بین! کہ زچشم من و تو

راز این پردہ نہان است و نہان خواہد بود

فلسفۂ اخلاق

حافظؔ جب انسانیت کو اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ ایک معلم اخلاق ہیں اور اسی حیثیت سے درس دیتے ہیں۔ خود ان کی زبانی سنئے:

مباش در پی آزار و ہرچہ خواہی کن

کہ در شریعت ما بیش ازین گناہی نیست

علما اور واعظین کی پردہ دری

مخفی اور دقیق عیوب جس قدر علماء اور واعظین میں پائے جاتے ہیں، کسی فرقہ میں نہیں پائے جاتے، چنانچہ امام غزالیؔ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں اس کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے، لیکن چونکہ یہ فرقہ ہمیشہ بااقتدار رہا ہے، اس لئے ان کے عیوب کا ظاہر آسان بات نہیں ہے۔ امام غزالی نے اس کا جو نتیجہ اٹھایا، یہ تھا کہ ان کی جان پر ہی آئی۔ اس لئے ان کے بعد کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ایسے مسائل کو اپنی

تحریروں میں لائے۔شعر میں سب سے پہلے خیاؔم نے جرأت کی،اس کے بعد سعدؔی نے دبی زبان سے کچھ کچھ کہالیکن جس دلیری اور آزادی سے حافؔظ نے اس فرض کوادا کیا،آج تک کسی سے نہ ہوسکا:

واعظان کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چون بہ خلوت می روند آن کار دیگری کنند

روزمرہ محاورے:

حافؔظ کی فصاحت کا کلام کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ان کے کلام میں روزمرہ اورمحاورے نہایت کثرت سے پائے جاتے ہیں مثال کے طور پران کا یہ شعر:

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چین
کین جا ہمیشہ باد بدست است دام را

مندرجہ بالا خوبیوں کے علاوہ،خوش نوائی، بندش کی چستی،شوخی وظرافت اور تسلسل مضامین بھی ان کی خصوصیات شاعری میں سے ہیں جوان کے کلام میں بیشتر مشاہدہ ہوتے ہیں مختصر یہ کہ ان کی تمام خوبیوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواجہ صاحب غزل سرا کی حیثیت سے تمام فارسی غزل گوشعراء میں ایک ممتاز اور بلند مقام کے حامل ہیں۔

حافظ شیرازی

غزل

دل سرا پردۂ محبت اوست
دیدہ آئنہ دار طلعت اوست

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

دورِ مجنون گذشت ونوبت ماست
ہر کسی پنج روزہ نوبت اوست

گر من آلودہ دامنم چہ عجب
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

فقر ظاہر مبین کہ حافظ را
سینہ گنجینۂ محبت اوست

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
سراپردہ	اوٹ۔ پردہ۔خیمہ کی دیوار کا پردہ
آئینہ دار	دکھانے والا
طلعت	چہرہ۔دیدار
طوبیٰ	جنت کا ایک درخت (محبوب کے قد کوتشبیہہ دیتے ہیں)
قامت	قد
فکر	سوچ
نوبت	باری
پنج روزہ	پانچ دن۔مراد مختصر زمانہ
آلودہ	گندہ،گنہ گار
عصمت	پاک دامنی
مبین	مت دیکھ
گنجینہ	خزانہ

ترجمہ

۱۔ دل اس کی (محبوب کی) محبت کا خیمہ ہے (اور) آنکھ اس کے چہرہ کی آئینہ دار ہے۔

۲۔ تو ہے طوبیٰ (کا ذکر) ہے میں ہوں اور محبوب کے قد و (قامت کی) باتیں ہیں ہر شخص کی سوچ اس کے اندازہ کے اعتبار سے ہے۔

۳۔ مجنوں کا زمانہ گذر گیا اور اب اپنا دور ہے ہر شخص کی (باری یا) نوبت (محض) کچھ ہی دن کے لیے ہوتی ہے۔

۴۔ اگر میں آلودہ دامن ہوں (بھی) تو کیا تعجب کی بات ہے اس کی (محبوب کی) پاکدامنی کا گواہ (تو) سارا زمانہ ہے۔

۵۔ حافظؔ کے ظاہری فقر کو مت دیکھ (کیونکہ) اس کا سینہ تو اس کی (محبوب) کی محبت کا خزانہ ہے۔

مشق:

۱۔ حافظؔ کا ایک شعر زبانی یاد کیجیے۔

۲۔ غزل کے بارے میں مطالعہ کیجیے۔

۳۔ مجنوں کا قصّہ استاد سے سنیے۔

۴۔ مطلع اور مقطع کے فرق کو سمجھیے۔

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنی کاپی میں لکھیے۔

سراپردہ۔ آئینہ دار۔ بقدرہمت۔ گنجینہ۔ محبت۔ نوبت۔ ہمت۔ طلعت۔

سوالات:

۱۔ دل کیا ہے؟

۲۔ پنج روزہ سے کیا مراد ہے؟

۳۔ طوبیٰ کسے کہتے ہیں؟

۴۔ حافظؔ کا سینہ کیا ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا اشعار کی تشریح اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ حافظؔ کی سوانح حیات بیان کریں۔

۳۔ حافظؔ کی غزل گوئی پر ایک نوٹ لکھیے۔

امیر خسرؔو دہلوی حیات اور شاعری

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہندوستان کی قدیم ادبی زبان یعنی سنسکرت، ایران باستان کی فارسی کی رشتہ دار ہے اہل ہند اور اہل ایران ہم نژاد ہیں۔ موجودہ فارسی کا رواج ہندوستان میں بعد اسلام اور خاص کر غزنوی کی سلطنت کے بعد ہوا۔ مغلوں کے عہد میں یہ زبان ہندوستان میں خوب پھلی پھولی اور فارسی زبان میں شعر کہنے والے شاعر اور علماء وفضلا پیدا ہونے لگے ان میں ایک مشہور ترین شاعر امیر خسرؔو ابن سیف الدین محمد دہلوی ہیں جو اس عہد کے بعض مشہور ایرانی شاعروں کے ہمعصر ہیں۔ خسرؔو کے والد تر کستان کے شہر ''کش'' کے رہنے والے تھے۔ یہ مغلوں کے ہنگامے میں ہندوستان فرار ہو کر آئے اور قصبہ پٹیالی میں سکونت اختیار کر لی۔ دولت شاہ لکھتا ہے کہ خسرؔو کے والد بلخ کے امراء میں تھے فتنۂ چنگیز میں ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور تغلق کے دربار میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہوئے۔ لیکن صاحب ''بہارستان سخن نے اس واقعہ کو تاریخ استدلال کی روشنی میں ناممکن بتایا ہے، وہ لکھتا ہے کہ

''پس آنچہ دولت شاہ در تذکرہ خود نوشتہ کہ پدر امیر خسرؔو در عہد
سلطان محمد تغلق شہید شدہ امیر خسرؔو را در حق وی قصا ید غراء ست
خلاف صریح ومحض غلط است، غالباً شاہزادہ سلطان محمد شہید را کہ
حاکم ملتان بود بہ علت اشتراک اسمی سلطان محمد تغلق خیال کرد۔''

بہرحال امیر خسرو ۶۵۱ ھ میں پٹیالی ہی میں پیدا ہوئے۔ چونکہ خسرو کے والد عالم اور اہل فضل سے تھے چنانچہ خسرؔو نے بھی علوم وفنون کی تحصیل شروع کر دی اور اپنی قومی زبان فارسی میں گہری استعداد

بہم پہنچا کر فارسی آثار و اشعار کے مطالعہ میں گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا، جوانی سے شعر بھی کہنے لگے اور بڑی کثرت سے شعر کہے۔ آپ کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ درجۂ اوّل کے شاعر تھے۔

بہر حال جب خسرؔو نے ہوش سنبھالا تو ان کے والد نے ان کو مکتب میں بٹھایا اور خوشنویسی کی مشق کے لئے مولانا سعد الدین خطاط کو مقرر کیا، لیکن خسرو کو پڑھنے لکھنے کے بجائے شعر گوئی کی دھن زیادہ تھی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بچپن ہی سے شعر کہنے لگے۔ ان کے بچپن کے اشعار کو جب اس دور کے استادِ سخن خواجہ عزیز الدین نے سنا تو وہ حیرت زدہ ہو گئے۔

رفتہ رفتہ امیر خسرو کی شاعری کی شہرت دھوپ اور چاندنی کی طرح ہندوستان کے گوشہ وکنار میں پھیلنے لگی۔ ان کی شاعرانہ شہرت سے متاثر ہو کر غیاث الدین بلبنؔ کے درباری امیر، کتلو خاںؔ نے ان کو اپنے یہاں ملازم رکھا، اس کے بعد انہوں نے غیاث الدین بلبنؔ کے بیٹے بغرا خاں کی ملازمت اختیار کی جو لکھنوتیؔ کا حاکم تھا۔ جب امیر خسرؔو دہلی واپس آئے تو سلطان خان شہید کے ملازم ہو کر ملتان چلے گئے۔ پھر وہ دو سال تک اودھ کے حاکم خان جہان کے ملازم رہے مگر ماں کی محبت ان کو دہلی کھینچ لائی۔ جب کیقباد بادشاہ ہوا تو اس نے بھی اپنے دربار میں امیر خسرؔو کو جگہ دی اور اس کی فرمائش پر انہوں نے مثنوی ''قران السعدین'' تصنیف کی۔

ہندوستان میں جب خلجی خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو امیر خسرؔو نے جلال الدین خلجی کے دربار میں ملازمت حاصل کر لی۔ علاء الدین تخت نشین ہوا، اس نے بھی امیر خسرؔو کی بڑی قدر کی۔ علاء الدین خلجی کا بیٹا قطب الدین مبارک جب بادشاہ ہوا تو امیر خسرؔو نے اس کے نام پر ''نہ سپہر'' مثنوی لکھی۔ اس مثنوی سے بادشاہ بہت خوش ہوا، اور امیر خسرؔو کو ہاتھی کے برابر تول کر روپئے انعام میں دیا۔

جب غیاث الدین تغلق نے دہلی کی حکومت سنبھالی تو اس نے بھی امیر خسرؔو کی بڑی قدر کی۔ امیر خسرؔو نے اس کے نام پر ''تغلق نامہ'' لکھا جس میں تغلق خاندان کے حالات بہت تفصیل سے پیش کئے۔

غرضیکہ امیر خسرؔو نے اپنی زندگی میں تقریباً سات بادشاہوں کے دربار دیکھے اور ہر بادشاہ نے آپ کی قدرو منزلت میں کوئی کمی نہیں کی۔

امیر خسرؔو صرف شاعر ہی نہ تھے، بلکہ وہ ایک بزرگ صوفی بھی تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہی کے چراغ معرفت کی روشنی میں خسرو نے تصوف کی منزلیں طے کیں۔ وہ خواجہ صاحب کے بے حد معتقد تھے اور خواجہ بھی ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ جب امیر خسرؔو بنگال میں تھے تو انہیں خواجہ صاحب کی موت کی خبر ملی، وہ فوراً دہلی آئے لیکن وہ زیادہ دنوں تک اپنے پیرِ طریقت کی جدائی برداشت نہ کر سکے اور ۷۰۵ھ بہ مقام دہلی وفات پائی۔

امیر خسرؔو تیر وتفنگ میں بھی ماہر تھے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی جنگ کا وقت آیا تو انہوں نے شمشیر کے بھی جوہر دکھائے۔ جب غیاث الدین بلبن کا بیٹا سلطان محمد قاآن ملتان کا حاکم وہ امیر خسرؔو کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اسی دوران میں تجور خاں بیس ہزار سواروں کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ وہ لاہور اور دیبلپور کو فتح کر کے ملتان کی طرف بڑھا۔ سلطان محمد نے تجور خاں کو جنگ میں شکست دی، اسی اثناء میں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا، سلطان محمد اپنے لشکر کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گیا۔ موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے تاتاریوں نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ تاریخ ہند میں سلطان محمد کو ''خان شہید'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس جنگ میں خسرو بھی شریک تھے، وہ بھی گرفتار ہو کر منگولوں کی قید میں دو سال رہے، رہائی کے بعد وہ دہلی تشریف لائے اور خاں شہید پر جو مرثیہ قید و بند کے دنوں میں اس نے کہے تھے، نہایت دردناک انداز مین پڑھے، ان کی آواز میں اس قدر تاثیر تھی کہ درباری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

امیر خسرو کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ایک عظیم موسیقار تھے۔ اس فن میں سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے فارسی اور ہندی راگوں کے امتزاج سے راگ پیدا کئے۔ ان راگوں

میں درج ذیل مشہور۔(۱) مجیر (۲) سازگری (۳) ایمن (۴) موافق (۵) غنم (۶) زیلف (۷) فرغنہ (۸) سہ پردہ (۹) باخرز (۱۰) فردوست (یا) پھر دوست اور (۱۱) منم۔

جامیؔ نے ''نفحات الانس'' میں لکھا ہے کہ امیر خسرو نے ۹۲ کتابیں تصنیف کیں یہ مشہور ہے کہ امیر نے خود کئی کتاب میں تصریح کی ہے کہ میرے اشعار پانچ لاکھ سے کم اور چار لاکھ سے زیادہ ہیں، اوحدیؔ نے ''عرفات'' میں لکھا ہے کہ امیرؔ کا کلام جس قدر فارسی میں ہے اس سے زیادہ ہندی میں ہے۔

خسرو کی کثرت تصنیف سے انکار تو نہیں کیا جاسکتا لیکن مذکورہ بیانات مبالغہ سے بھی خالی نظر نہیں آتا۔ بہرحال آج جتنی ان کی تصنیفات ملتی ہیں، وہ بھی کم نہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) تحفتہ الصغر (۲) وسط الحیات (۳) عزۃ الکمال (۴) بقیہ نقیہ (۵) نہایتہ الکمال (۶) قران السعدین (۷) مطلع الانور (۸) شیرین خسرو (۹) آئینہ اسکندری (۱۰) لیلیٰ مجنون (۱۱) ہشت بہشت (۱۲) مفتاح الفتوح (۱۳) نہ سپہر (۱۴) اعجاز خسروی (۱۵) تغلق نامہ (۱۶) خزائن الفتوح (۱۷) مناقب ہند، تاریخ دہلی۔

دولت شاہ نے لکھا ہے کہ ان تالیفات کے علاوہ فن حساب اور فن موسیقی میں بھی ان کی تصنیفیں ہیں۔

اگرچہ امیر خسروؔ کی شخصیت بہت جامع ہے مگر دراصل اپنی شاعری کی بنا پر زیادہ مشہور ہوئے۔ انہوں نے فارسی قصائد بھی کہے ہیں، فارسی مثنویوں میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ فارسی مرثیوں کی بھی تخلیق کی ہے اور فارسی رباعیات پر بھی قلم اٹھائے ہیں۔ مگر ان کا خاص میدان غزل گوئی ہے۔

امیر خسرؔو کی غزل گوئی

خسرؔو نے جب غزل گوئی کے میدان میں قدم رکھا تو اس وقت تک وہ ایک بہترین صنف شاعری کا درجہ حاصل کر چکی تھی اور ان کے سامنے سعدؔی جیسے ایک با کمال غزل گو شاعر کا پورا پورا دفتر کھلا تھا، اب انہیں غزل کہنے میں کسی دشواری کسی وقت کا سامنا نہ تھا وہ غزل کہہ سکتے تھے اور پوری شان سے کہہ سکتے تھے، گویا جو کام سعدؔی سے بھی پورا نہ ہو سکا تھا انہوں نے پورا کیا۔شبلی فرماتے ہیں ''امیر خسرو کی غزل گوئی'' دراصل خم خانہ سعدؔی ہی کی شراب ہے جو دوبارہ کھینچ کر تیز ہو گئی ہے۔''

درد، سوز و گداز، جذبات، معاملات عشق، عجز و نیاز غزل کی جان ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ یہ جذبات اور معاملات جس زبان میں ادا کئے جائیں، وہی زبان ہو جس میں عاشق معشوق سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے یعنی سادہ، بے تکلف، نرم اور لطیف ہو، نیاز کی اس میں آمیزش بھی ہو، چھوٹی چھوٹی بحریں ہوں، جملوں کی ترکیبوں میں نام کا بھی الجھاؤ نہیں ہے، اس حد تک خسرؔو سعدؔی کے دوش بہ دوش ہیں، لیکن وہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں، انہوں نے غزل کی اصیلت کے علاوہ کمال شاعری کی بہت سی چیزیں اضافہ کیں، اور ایجادات و اختراعات کے چمن کھلا دیئے۔ ذیل میں ان کی غزلوں کی خصوصیتیں بیان کی جاتی ہیں:

بحروں کی موزونی

خسرؔو کی غزل گوئی کی ایک خوبی شگفتہ اور چھوٹی چھوٹی بحروں کی موزونیت ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے وسیلے سے بات کی صفائی، سادگی اور اختصار کے ساتھ ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔خسرؔو کو اس خوبی

میں بڑی مہارت حاصل تھی مثلاً یہ اشعار:

سری دارم کہ سامان نیست اورا　　　　به دردی کہ درمان نیست اورا

فرامش کردہ عمرم روز را از انکہ　　　　شی دارم کہ پایان نیست اورا

به راهی انتظام هست چشمی　　　　کہ خوابی هم پریشان نیست اورا

سوز و گداز:

خسرو جب سوز و گداز کے خیالات ادا کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آگ سے دھواں اٹھ رہا ہے۔اس میں کبھی معشوق سے اپنا حال کہتے ہیں، کبھی اپنی تصویر کھینچتے ہیں۔کبھی خود اپنے آپ پر ان کو رحم آتا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عاشق، معشوق سے اپنی سرگذشت بیان کرتا ہے تو تھوڑا سا کہہ کہ اس کو رونا آتا ہے، ٹھہر جاتا ہے، رو لیتا ہے، پھر آگے بڑھتا ہے، دیکھئے خسرؔو کیسی تصویر کشی کرتے ہیں:

مجرای دوست چون پرسیدی کہ چون بگذشت حال

ای سرت گردم چہ می پرسی بدستوری گذشت

زانوش خسرؔو و بزیر سد نیافت

سر نہا دہ بر سر زانو بخفت

ای آشنا کہ گریہ کنان پندمی دہی

آب از برون مریز کہ آتش بجا گرفت

خسرؔو نے رنج و غم کی بھی بڑی دردناک اور غم انگیز تصویر کھینچی ہے۔غور فرمایئے۔عاشق، عاشق ہو کر تمام اوصاف کو کھو چکا ہے۔وہ اپنی حالت پر نظر ڈالتا ہے تو خیال آتا ہے۔کہ دشمنوں کی امید بر آئی اس کو کس موثر طریقہ سے ادا کیا ہے:

جان زتن بردی ودرجانی ہنوز

درد ہا دادی و درمانی ہنوز

جدّت اسلوب

جدّت اسلوب غزل کی ترقی کے لئے نہایت اہم شئے ہے، سعدؔی اس کے موجد ہیں، امیر خسرؔو کی بوقلمون طبیعت نے جدت اسلوب کے سیکڑوں نئے نئے پیرائے پیدا کئے جو اگلوں کے خواب وخیال میں بھی نہ آئے تھے، مثلاً یہ مضمون کہ معشوق ظلم وستم کرنے کے ساتھ بھی محبوب ہے مثلاً معشوق کی گراں قدرری کو اس پیرائے میں ادا کرتے ہیں:

ہردو عالم قیمت خود گفتہ ای

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

معشوق کا عاشقوں کے حالت زار اور اس کے رنج وغم سے بے خبر ہونا فطری اور عام مضمون ہے۔ اس مضمون کو تقریباً تمام غزل گو شاعروں نے باندھا ہے، لیکن وہ لطف جو خسرؔو کے یہاں پایا جاتا ہے، کسی اور کے یہاں نہیں، ملاحظہ فرمائیے:

گل چہ داند کہ درد بلبل چیست

اوہمین کا ر رنگ و بود داند

واقعہ گوئی اور معاملہ بندی:

عشق وہوس بازی میں جو مقامات پیش آتے ہیں انہیں کما حقہ ادا کرنے کا نام وقوع گوئی ہے، اس طرز کے اصل موجد بقول آزاؔد خسرؔو ہی ہیں۔ ''خزانہ عامرہ'' (ا) میں ثبت ہے کہ ''مخفی نماند کہ ہنگامہ آرای سخن طرازی شیخ سعدؔی شیرازی کہ مروجہ طرز غزل است خال خال در وقوع گوی ہم دارد و مثل این

بیت:

دل و جانم بتو مشغول ونظر در چپ دراست
تا رقیبان کہ تو منظور منی

''اما ناسخ نقوش مانوی امیر خسرؔو دہلوی کہ معاصر شیخ سعدؔی است
بانی وقوع گوئی گردید واساس آن رابلند ساخت۔''

غزل کے اس وصف کو وحشی یزدی، شرف جہاں قزوینی اور ولی دشت بیاضی وغیرہ نے نہایت اعلیٰ مقام عطا کیا، اور خسرؔو نے اسے ترقی کے آسمان پر پہنچا دیا، ملاحظہ ہو:

خوش زمان کہ بہ رویش نظر نہفتہ کنم
چوسوی من نگرداد ، نظر بگردانم

چورفتم بردوش بسیار ، دربان گفت این مسکین
گرفتار است شاید کین طرف بسیار می آید

روزمرہ اور عام بول چال:

قدما میں فرخی اور متوسطین میں سعدؔی اور امیر خسرو نے خاص اس خیال رکھا کہ روزمرہ اور عام بول چال کو زیادہ وسعت دی جائے۔ سعدؔی اور خسرؔو کے کلام میں جو روانی اور شگفتگی اور صفائی پائی جاتی ہے، اس کا ایک بڑا گر یہی ہے۔ امیر خسرؔو غزلیں اکثر اس زبان میں ہوتی ہیں کہ گویا دو آدمی آپس میں بیٹھ کر بالکل بے تکلف سیدھی سادی باتیں کر رہے ہیں، اس میں کہیں کہیں خاص خاص محاورے بھی

آجاتے ہیں جو ہم کو اس لئے کسی قدر نامانوس معلوم ہوتے ہیں کہ ہم کو اس زمانے کے روزمرہ کے محاروات سے واقفیت نہیں ہے۔خسرو کے یہاں اس قسم کے محاوروں اور روزمرہ کا استعمال نہایت خوبی کے ساتھ ہوا ہے چند اشعار ملاحظہ ہو:

دل بسی بردۂ نکو بشناس
آنکہ مجروح ترازان من است

لب و دہان ورخت ہر یکی بلای دل اند
یک دلم چہ کند جانب کدام شود

گفتم ای دل مرو آنجا کہ گرفتار شوی
عاقبت رفت و ہمان گفتۂ من پیش آمد

بوی خوش آید از تو درجیب
گل داری یا ہمین است بویت

از کجا آمدی ای باد کہ دیوانہ شدم
بوی گل نیست کہ می آمدیم این بوی کسی است

خسرو نے ایسے محاورے بھی باندھے ہیں جو ان کے سوا کسی اور اہل زبان کے کلام میں نہیں ملتے ،مثلاً ''از گردہ او چہ می رود''، ''آواز کردن''، گفتاری گویم''، ''مالا کلام کردن'' وغیرہ

تسلسل مضامین:

خسرو سے قبل غزل گوئی کا ایک بڑا عیب یہ تھا کہ شعراء کسی خیال کو ادا نہیں کرتے تھے۔قصیدے، مثنویاں اور قطعات دوسری چیزوں کے لئے مخصوص ہیں عشق و محبت کے معاملات میں تفصیلی حالات بیان

کرنے ہوں تو مذکورہ اصناف میں ممکن نہیں اس کے لئے صرف مسلسل غزل کی ضرورت ہے، لیکن جیسا کہ ذکر ہوا کہ قدما میں اس کا خال خال رواج تھا، البتہ امیر خسرؔو نے مسلسل غزلیں لکھی ہیں اور خاص خاص کیفیتوں کا نقشہ اس خوبی سے کھینچا ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی، مثلاً عاشق، قاصد یا اپنے رازدار سے معشوق کا حال پوچھتا ہے۔ کہاں ہے؟ اور کن لوگوں کے ساتھ ہے؟ اور کن لوگوں کے ساتھ ہے؟ میرا بھی ذکر کرتا ہے کہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ملاحظہ فرمائیے کہ کس اشتیاق، کس حسرت اور کس انداز سے یہ سوال پوچھتے ہیں:

ای صبا باز بہ من گوی کہ جانان چون است

آن گل تازہ وآن غنچۂ خندان چون است؟

با کہ مئی می خورد آن ظالم و در مئی خوردن

آن رُخ پر خوی وآن زلفِ پریشان چون است؟

چشم بدخوش کہ ہشیار نہ باشد مست است

چشم میگونش کہ دیوانہ کند آن چون است؟

جدّت:

امیر خسرؔو کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے سیکڑوں نئی نئی تشبیہیں ایجاد کی ہیں۔ اور حق بھی یہی ہے کہ ان کا یہ دعویٰ درست ہے، ان کی تمام غزلوں میں جدید تشبیہوں کی بھرمار ہے، ذیل میں مثال کے طور پر ان کی غزلوں کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں:

راز خون آلود خویش ای دل منہ با من برون

کین ورق خام است حرف از وی برون خواہد گذشت

زلفِ او پہلوی خال لب او

گوی از شہد مگس می راند

مضمون آفرینی

خیال بندی اور مضمون آفرینی کا موجد کمال اسماعیل کو سمجھا جاتا ہے، لیکن کمال کی یہ جدت قصیدے تک ہی محدود ہے۔غزل میں نئے نئے اسلوب اور نئے نئے مضامین پیدا کرنا امیر خسرو کی ایجاد ہے، اور انہی پر خاتمہ بھی ہو گیا۔متاخرین کی مضمون آفرینیاں گو حد سے تجاوز کر گئیں، لیکن اس انداز دوسرا ہے، وہ اور سلسلہ کی چیز ہے۔مثال کے طور چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

زہی عمر دراز عاشقان گر

شب ہجران حساب عمر گیر ند

زلف ازان می برد آن شوخ کہ شبہای غم

گرشود کو نہ ازان جاہمہ پیوند کنند

یک شب زرخِ خویش چراغیم کرم کن

تاقصہً اندوہِ تو ہم پیش تو خوانم

شعر کی ظاہری اور معنوی لطافت میں حسین تراکیب، بدیع ولطیف استعارات وتشبیہات اور برمحل صنائع و بدائع کا استعمال خاص اہمیت رکھتے ہیں، خسؔرو کی غزلوں میں یہ ساری خوبیاں بھی موجود ہیں۔ خسؔرو کی غزلوں کا جہاں تک تعلق ہے ان میں ہمیں رنگارنگی نظر آتی ہے، مختلف مضامین جس میں خوشی وغم سبھی شامل ہیں، اپنی غزلوں میں اس انداز سے پیش کیا ہے کہ ایک خاص رنگ تغزل پیدا ہو گیا ہے۔اس طرح حسن وعشق اور محبت کی کیفیتوں کا بیان بھی ان کے یہاں خوب ہے۔

مختصر یہ کہ خسرو کی غزلوں میں متذکرہ بالا صفات کے علاوہ بھی اور بہت سی خوبیاں ہیں جن کا بیان کارے دارد، چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر خسرو کو طوطی ہند کا خطاب ملا تو بے جا نہیں اور اس میں کوئی مبالغہ بھی نہیں، شعر اور خصوصاً غزلیہ اشعار کے لئے خیالات اور حسین انداز بیان دونوں ضروری ہیں، اور غزلیات خسرو کے مطالعہ سے اس بات اندازہ ہوتا ہے کہ خیالات اور طرز ادا دونوں میں خسرو کسی بھی دوسرے غزل گو شاعر سے کم نہیں ہیں۔

امیرخسروؔ دہلوی

غزل

جان زتن بردی و در جانی هنوز
درد ها دادی و درمانی هنوز

آشکارا سینه ام بشگافتی
هم چنان در سینه پنهانی هنوز

هر در عالم قیمت خود گفته ای
نرخ بالا کن که ارزانی هنوز

جان زبندِ کالبد آزاد گشت
دل بگیسوی تو زندانی هنوز

پیری و شاهد پرستی نا خوش است
خسروؔ! تا کی پریشانی هنوز

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی
جان	روح
تن	جسم
درد	تکلیف
درمان	علاج
آشکار	کھلم کھلا۔اعلانیہ
بشگافتی	چاک کر دیا۔چیر دیا ہے
پنہانی	پوشیدہ
بالاکن	بڑھا کرو۔اونچا کرو۔مہنگا کرو
بند	قید
گیسو	بال۔زلف
کالبد	سانچا۔تن بدن۔ آدمی کا جسم
زندانی	قیدی
شاہدپرستی	عاشقی

ترجمہ

۱۔ (اے محبوب!) تو نے میرے جسم سے جان نکال لی ہے (لیکن) اب بھی تو میری روح میں سمایا ہوا ہے۔ تو نے مجھے (مستقل) درد دیا اور اس کا علاج اب بھی جاری ہے۔

۲۔ تو نے کھلم کھلا میرا سینہ چاک کر دیا ہے (وہ بھی اس خوبی سے) کہ وہ سینہ میں ہی پوشیدہ ہے۔

۳۔ تو نے اپنی قیمت دونوں دنیا بتائی (یہ تو بہت کم قیمت) ہے بھاؤ کو اور بڑھاؤ (کیونکہ) ابھی بھاؤ (نرخ) بہت کم ہے۔

۴۔ اگرچہ روح جسم کے سانچہ سے آزاد ہوگئی ہے لیکن یہ دل ابھی تمہاری زلفوں کا اسیر ہے۔

۵۔ بڑھاپے میں عشق و محبت کوئی اچھی بات نہیں ہے اے خسرؔو اس طرح کی پریشانی تو کب تک اٹھائے گا۔

مشق:

۱۔ امیر خسروؔ کے بارے میں استاد سے معلومات حاصل کیجیے۔

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی مشق کیجیے۔

دردہا۔ درمانی۔ آشکارا۔ پنہانی۔ قیمت۔

بالاکن۔ ارزانی۔ شاہد پرستی۔ ناخوش۔ پریشانی۔

۳۔ شاعر کے قلمی نام کو تخلص کہتے ہیں جیسے عبدالقادر بیدلؔ۔ اسداللہ خاں غالبؔ۔ ابوالقاسم فردوسیؔ۔ شمس الدین محمد حافظؔ، مصلح الدین سعدیؔ وغیرہ۔

سوالات:

۱۔ غزل کے اعتبار سے درد کا درماں کیا ہے؟

۲۔ محبوب نے اپنی قیمت کیا بتلائی ہے؟

۳۔ شاعر نے محبوب کی قیمت گراں بتائی یا سستی؟

۴۔ آشکارا۔ پنہان۔ آزاد۔ زندانی میں کون سی صنعت ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا اشعار کی تشریح اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ امیر خسروؔ کی سوانح حیات بیان کریں۔

۳۔ امیر خسروؔ کی غزل گوئی پر نوٹ لکھیے۔

امیر خسرو دهلوی

غزل

عاشق شدم و محرم این کار ندارم
فریاد که غم دارم غمخوار ندارم

آن عیش که یاری دهدم صبر ندیدم
وان بخت که پرسش کندم یار ندارم

بسیار شدم عاشق دیوانه ازین پیش
آن صبر که هر بار بد این بار ندارم

دل پر زغم و غصّه هجر است ولیکن
از تنگ دلی طاقت گفتار ندارم

خون شد دل خسرو زنگهداشتن راز
چون هیچ کسی محرم اسرار ندارم

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
محرم	رازدار
پرسش	سوال، پوچھ تاچھ
بد	بود کا مخفف بمعنی تھا
ہجر	فراق۔جدائی
نگہداشتن	نگاہ رکھنا۔حفاظت کرنا
اسرار	راز۔رموز (سر کی جمع)
شدم	ہوا (ہوں) (میں ہوا)
ندارم	میں نہیں رکھتا ہوں
تنگ دلی	رنجیدگی۔افسوس

ترجمہ

۱۔ میں عاشق تو ہو گیا ہوں (مگر) اس بات (یعنی عشق کا) کوئی راز دار نہیں ہے۔ افسوس! میں غم تو رکھتا ہوں (لیکن) کوئی میرا غم خوار نہیں ہے۔

۲۔ وہ عیش جو مجھ کو دوست نے دیا (اس میں) مجھے صبر نہیں ہوا، اور وہ قسمت جس کے بارے میں میں سوال کر رہا ہوں میرے لیے یاور نہیں ہے یعنی مددگار نہ ہوا۔

۳۔ اس سے پہلے بھی میں متعدد (بار) عاشق اور دیوانہ ہوا ہوں (لیکن) صبر و (شکیب کی کیفیت) جو ہر بار ہوتی تھی اس بار نہیں ہو رہی ہے۔

۴۔ میرا دل فراق کے غم و غصّہ سے بھرا ہوا ہے لیکن تنگ دلی کی وجہ سے مجھ کو (اس قصّہ کے) بیان کرنے کی ہمّت نہیں ہے۔

۵۔ (محبت کے اس) راز کی حفاظت کرتے کرتے خسؔرو کا دل خون ہو گیا ہے (کیونکہ) اسرار (محبت) میں میرا کوئی راز دار نہیں ہے۔

مشق:

۱۔ غزل کے پہلے مصرعہ کو ہم قافیہ و ہم ردیف ہونا چاہیے۔اس کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے اور آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔عام طور پر شاعر مقطع میں اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ایسے پانچ مقطع استاد کی رہنمائی میں تحریر کیجیے۔جس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہو۔

سوالات:

۱۔ شاعر کس لیے پریشان ہے؟

۲۔ اس مرتبہ شاعر اپنی شکایت کیوں نہیں کر پا رہا ہے؟

۳۔ شاعر اپنے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لیے کیا کرنا چاہتا ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۔ مندرجہ بالا اشعار کی تشریح اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ امیر خسرؔو کے کلام کی خصوصیات تحریر کریں۔

۳۔ امیر خسرؔو کی دیگر صلاحیتوں کو بیان کریں۔

نظم کی تعریف

نظم عربی زبان کا لفظ ہے ۔لغت نویسوں نے نظم کے معنی لڑی میں پرونا بتائے ہیں۔بعض حضرات کے نزدیک انتظام ترتیب اور آرائش کا عمل بھی نظم کہلاتا ہے۔علمائے ادب نے متفقہ طور پر کلامِ موضوع کو نظم قرار دیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نظم ایسی شاعرانہ تخلیق ہے جس میں شاعر کسی تصور کو موضوع اور ربط و تسلسل کے ساتھ بیان کرتا ہے اور نظم کا لفظ ادبی اصطلاح میں دو معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔اوّل یہ کہ نظم وہ صنف ہے جو نثر کے برعکس ہوتی ہے یعنی نظم کے اسالیب اور ہیئت کے لحاظ سے نثر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔دویم یہ کہ صنفِ غزل کو چھوڑ کر باقی تمام اصناف نظم کے دائرے میں آتی ہیں۔جن میں مثنوی،مرثیہ،قصیدہ،رباعی،مسدس اور قطعہ وغیرہ شامل ہیں۔یعنی غزل کی طرح نظم کی کوئی ایک مخصوص ہیئت مقرر نہیں ہے۔

غزل کے برعکس نظم ایک ایک مصرعے سے مل کر بنتی ہے۔نظم کسی ایک موضوع یا مفہوم پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی اپنے تسلسل سے منسلک رہتی ہے۔فارسی نظم نگاروں میں سے جامع کمال شعراء گذرے ہیں۔جن میں ایرجؔ مرزا، ملک الشعراء بہارؔ، پروینؔ اعتصامی، پژمانؔ، نیماؔ یوشیج، فرخیؔ، یزدیؔ وغیرہ بہت مشہور و معروف ہیں۔

ایرؔج مرزا

ایرؔج مرزا ۱۲۹۱ھ میں بمقام تبریز اس دنیا میں وارد ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام مرزا غلام حسین رضؔا اور دادا کا نام ابرج تھا، آپ کے پر دادا فتح علی شاؔہ تھے، چوں کہ آپ کا اور آپ کے دادا کا نام ایک ہی تھا، اس لئے احتراماً کچھ عرصہ تک لوگ امیر خاؔن کہتے رہے ابتدائی تعلیم مرزا نصر اللہ اور آقا محمد تقی جیسے نامآور استادوں سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے دار الفنون تبریز میں داخل ہوئے، وہیں فرانسیسی اور دوسرے مروجہ علوم کی تکمیل کی، منطق، معانی اور بیان میں بھی آپ کو درک حاصل تھا۔

آپ کے والد بڑے مردم شناس اور علم و ادب کے مربیّ تھے۔ بچپن ہی سے آپ کی صلاحیت و استعداد اور ذوق کو سمجھ لیا تھا، لہذا وہ آپ کو شعر کہنے کی ترغیب دیتے اور انعامات سے نوازتے رہتے تھے۔ جب آپ کے والد محترم نے بتریز میں مدرسہ مظفری قائم کیا تو آپ کو اس مدرسہ کا مدیر اور معاون مقرر فرمایا۔

ایرؔج کی عمر جب ۱۶؍سال کی ہوئی تو ان کی شادی ہوگئی شادی کے ۳؍سال بعد والد اور اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ نتیجتاً اہل کنبہ کو مالی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، اور ان مشکلات سے بچنے کے لئے ناچار انھیں سرکاری نوکری کرنی پڑی۔ ۱۹؍سال کی عمر میں مظفر الدین شاؔہ کی جانب سے ایرؔج کو ’’صدر الشعراء‘‘ کا لقب تفویض ہوا، اس عنایت کے پاداش میں ایرؔج پر لازم ہوگیا کہ وہ جشنوں کے موقع پر قصائد وقطعات وغیرہ لکھیں، لیکن ایرؔج اس طرح چاپلوسی سے دور رہنا چاہتے تھے تھے، جس کا اظہار انھوں نے امیر نظاؔم کی مدح میں لکھے گئے ایک قصیدہ میں کیا ہے۔

ایرؔج اپنے مزاج کے ناموافق کام سے نجات کی ہر ممکن صورت کے منتظر رہتے تھے۔ اتفاقاً

مظفر الدّین شاہ کی حکومت کی ابتداء میں جب امین الدّولہ آذر بائیجان کے پیش کار مقرر ہو کر آئے تو انہوں نے ایرج مرزا کو اپنا منشی مقرر کیا اسی سلسلے میں معین الدولہ کے ساتھ ایرج تہران بھی جاتے رہتے تھے۔ کچھ دنوں قوام السلطنت کے ساتھ انہیں یورپ جانے کا بھی مواقع فراہم ہوئے جب لوٹ کر ایران آئے تو نظام السلطنت تبریز کے دارالانشاء میں اعلیٰ عہدہ پر فائز کیا۔ ایرج ۱۳۱۸ھ میں تہران اور ۱۳۱۹ھ میں خمسہ بھی گئے۔ ایرج بادشاہ کی صحبت سے دور بھاگتے تھے، لہٰذا درباری ملازمت کو چھوڑ کر محکمۂ ڈاک سے منسلک ہوئے اس ملازمت میں ایرج کچھ دنوں کرمان اور کچھ دنوں کردستان میں رہے۔ چوں کہ محکمۂ ڈاک کے بلجین مشیر روسیوں سے سیاسی گٹھ جوڑ کی بنا پر غبن کا خیال رکھتے تھے۔ اس لئے ایرج مرزا نے اس ملازمت سے بھی سبکدوش ہو کر ۱۳۲۲ھ میں تہران آ گئے۔ مشروطیت کے آغاز میں ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۵ تک صنیع الدوّلہ کی وزارت مالیہ سے الگ ہو کر ایرج نے کابینہ وزارت تشکیل کی ۱۳۲۶ میں مخبر السلطنت کے ہمراہ آذر بائیجان گئے اور وہاں کابینہ کی بنیاد ڈالی، اس کے بعد پھر تہران آئے اور وزارت فرہنگ میں محکمۂ آثار قدیمہ قائم کیا، اور دو سال تک وہیں رہے۔ دو سال بعد پھر حکومت کا معاون بن کر اصفہانی گئے۔ ایرج اس کے بعد پھر محکمۂ ڈاک سے وابستہ ہو کر بانزلی گئے۔ ۱۳۳۲ھ میں ان کے بڑے لڑکے جعفر قلی نے خودکشی کر لی۔ اس صدمۂ عظیم کے بعد تہران چھوڑ کر وزارت مالیہ کے معاون ہو کر مشہد چلے گئے۔ آخر میں امریکی مشیروں کی آمد پر وزارت مالیہ میں کبھی دفتر میں کبھی باہر تفتیش کا کام کرتے رہے۔ اس کام سے تھک کر پھر تہران چلے آئے اور ڈیڑھ سال کے بعد ۱۳۴۳ھ میں حرکت قلبی بند ہو جانے سے ان کا انتقال ہو گیا۔

ایرج مرزا کو فارسی زبان کے علاوہ عربی، روسی، فرانسیسی اور ترکی زبانوں میں بھی مہارت حاصل تھی۔ وہ نہایت خوشخط تھے، نثر نویسی میں بھی انہیں مہارت حاصل تھی، عارف قزدینی مشہد کے ایک جلسۂ عام میں سلطنت قاچاریہ کے خلاف اپنی تخلیق پڑھی، ایرج بھی اس جلسہ میں شامل تھے، اسلاف کی

مذمّت سن کر، عارف نامہ‘‘ کے عنوان سے ایک طویل مثنوی ہجو یہ لکھی۔نثر میں بھی عارفؔ کی خوب مذمت کی، عارفؔ نے بھی جواباً لکھا، غرض یہ کہ یہ سلسلہ کچھ دنوں تک چلتا رہا’’عارف نامہ‘‘ دلچسپ ہونے کے باعث بہت مقبول ہوا یہاں تک کہ ملاؤں نے ایرجؔ پر کفر کا فتویٰ بھی صادر کیا، کیوں کہ اس میں ملاؤں کے خلاف بھی کچھ باتیں آ گئی تھیں۔

رشید یاسمین نے لکھا ہے کہ مجھے ایرجؔ کی مجالس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے، ادب و حیا سے گری ہوئی کوئی بات سننے کو نہیں آئی، ’’عارف نامہ‘‘ کے علاوہ ان کی تمام شاعری ہزل اور فحش سے پاک ہے، بہارؔ مشہدی نے ایرجؔ سے ’’عارف نامہ‘‘ لکھنے کا سبب دریافت کیا، کہنے لگے عارفؔ نے خود مجھے اس کام پر مجبور کیا اور مجھے ناراض کر دیا، میں اس کی راہ تکتا رہا، لیکن وہ ہمارا حال پوچھنے تک نہیں آیا، ایک دن باغ علی، مشہد میں سیر کر رہا تھا کہ اتفاقاً اس سے ملاقات ہو گئی۔ جب مجھ سے آنکھیں چار ہوئیں تو میں نے کہا، اب موقع ہے کہ ایک دوسرے کا منہ چوم لیں، لیکن توقع کے خلاف اس نے میری طرف پیٹھ کر دی اور کہا میرا پیچھا چھوڑ دو تا کہ میں اپنا کام کروں‘‘ میں نے اپنا منہ پھیر لیا اور راستے ہی میں ’’عارف نامہ‘‘ کی بنیاد رکھ دی اور اسی رات ساٹھ اشعار کہہ ڈالے۔

ایرجؔ کا دیوان بہت مختصر ہے۔اس دیوان میں صدرالشعرائی کے زمانے کا کلام شامل نہیں ہے، موجودہ دیوان جو اس کے بیٹے خسروؔ نے ترتیب دیا ہے، اس کی عمر کے آخری دس سالوں کے کلام پر مشتمل ہے’’عارف نامہ‘‘ اور’’مثنوی زہرہ و منوچہر‘‘ دو طویل مثنویاں ہیں، باقی چھوٹی چھوٹی نظمیں، قطعات، کچھ غزلیں اور قصائد ہیں، گویا یہی کچھ ان کے سرمایہ حیات میں ہے۔

جن دنوں شاعری میں نئے نئے تجربات ہو رہے تھے۔ایرجؔ حیات سے تھے، عشقیؔ، عارفؔ اور بہارؔ مشہدی یورپ کی تقلید میں نئی نئی ہیئتوں کو کام میں لا رہے تھے۔لیکن بعض شعراء جو قدامت پسند تھے، کلاسیکی رنگ و آہنگ کو ہی پسند کرتے تھے۔اور اسی اسلوب و انداز میں لکھتے تھے۔لیکن ایرجؔ نے اپنی

ایک نئی راہ نکالی اس نے کہا:

این جوانان کہ تجدّد طلبند
راستی دشمنِ علم و ادبند

آن کہ پیش تو خدای اویند
نکتہ چین کلمات عربند

اس کے بعد انھوں نے شاعری اور شعر سے متعلق اپنے خیال کا اظہار یوں کیا ہے:

شاعری طبع روان می خواہد
نہ معانی نہ بیان می خواہد

ایرؔج کے عشق میں روحانیت کے ساتھ ساتھ ہوس و مستی کا امتزاج بھی پایا جاتا ہے۔ ان کی پوری زندگی نہایت عیش و آرام میں گذری، آخری عمر میں کچھ تنگی کا سامنا بھی ہو جس کا ذکر انھوں نے کیا ہے۔ لیکن انھوں نے پیری میں بھی عشق کو زندہ رکھا ہے جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے:

ایرؔج نے اپنے مزار کے کے لئے بذات خود کتبہ لکھتا ہے، اس کتبہ میں بھی اپنے عشق کا ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائے:

عاشقی بودہ بدنیا فن من
مدفن عشق بودہ فن من
آنچہ از مال جہان ہستی بود
صرف عیش و طرب و مستی بود

اس کے علاوہ ’’عاشق شدن آئین من است‘‘ کے عنوان سے ایک مکمل نظم بھی ایرؔج نے لکھی ہے

ان تمام باتوں کی روشنی مین ہم دیکھتے ہیں کہ ایرجؔ اپنے کلام سے متعلق تعریف کے جوکلمات لکھے ہیں وہ بالکل درست ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ ہرصاحب ذوق کے لئے میرا کلام:

چون مختصر و سلیس و خوبست
یا صاف صریح و پوست کندہ است

از فرط محبت کہ دارند
گویند کہ شعر شعر زندہ است

ایرجؔ کے کلام کے مذکورہ بالا یہی صفات ہیں جنھوں نے ہر خاص و عام میں اس کومقبول بنا دیا ہے۔ان کے کلام میں چھوٹی چھوٹی بحریں ، واضح تخیل ، جذبے کی صداقت ، اخلاص اور سہل ممتنع سے مزین مصرعے،اس کی مقبولیت میں اضافہ کے حامل ہیں بہارؔ نے ایرجؔ سے متعلق لکھا ہے:

سعدیؔ نو بود ، چون سعدی بدھر
شعر نو آورد ایرجؔ مرزا

ایرجؔ نے بہت ساری نظمیں بھی لکھی ہیں جومعنویت سے پُر اور سادہ وعام فہم ہیں،افادیت کے اعتبار سے بھی ان کی نظمیں کافی اہم ہیں ان کی نظمیں اکثر بچوں کی نصابی کتابوں میں شامل کی جاتی ہیں، ان کی نصیحتیں نہایت پائیدار، روشن اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ہیں،لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ایرجؔ کو بھی اپنے ناصح ہونے کا احساس تھا جس کا اعتراف انھوں نے خود کیا ہے:

من ہمان دانا گویندہ دہرم کو خورند
قصب الحبیب حدثیم را ہمچو شکر

ایرج مرزا

نظم

مادر

گویند مرا چو زاد مادر
پستان بدہن گرفتن آموخت
شبہا بر گاہوارۂ من
بیدار نشست و خفتن آموخت
لب خند نہاد بر لب من
بر غنچۂ گل شگفتن آموخت
یک حرف دو حرف بر زبانم
بنہاد و طریقِ گفتن آموخت
دستم بگرفت و پا بپا برُد
تا شیوۂ راہ رفتن آموخت
پس ہستی من زہستی اوست
تا ہستم و ہست دارمش دوست

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
گویند	کہتے ہیں
مرا	مجھ کو
چو	جب
زاد	پیدا کرنا۔جنم دینا
پستان بدہن گرفتن	دودھ پینا
آموخت	سکھایا
شبہا	راتوں
گاہوارہ	پالنا۔جھولا
بیدار	جاگا ہوا
خفتن	سونا
لب خند	مسکراتے ہوئے ہونٹ
غنچۂ گل	پھول کی کلی
بنہاد	رکھا
طریق	طریقہ
شیوہ	طریقہ

ہستی	وجود
دارمش	میں اس کو رکھوں گا

ترجمہ

۱۔ کہتے ہیں کہ جب میری پیدائش ہوئی یعنی میری ماں نے مجھے پیدا کیا تو سب سے پہلے مجھے دودھ پینا سکھلایا۔

۲۔ وہ (ماں) راتوں کو میرے پالنے کے پاس بیٹھ کر جاگتی رہی اور اس طرح مجھے سونا سکھایا۔

۳۔ اس نے اپنے مسکراتے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھے اور اس طرح اس کلی کو شگفتہ پھول کی طرح کھلنا سکھایا۔

۴۔ ماں نے ایک ایک دو دو حرف مجھ سے کہلوائے اور بولنے (گفتگو کرنے) کا طریقہ بتایا۔

۵۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک دو قدم پر قدم رکھنا بتایا اور یہ طریقہ بتایا کہ ہم راستہ پر کیسے چلیں۔

۶۔ اس لیے میرا وجود اس کے وجود سے ہے اور جب تک میں زندہ ہوں اسے عزیز رکھوں گا۔

مشق:

ا۔ اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

۲۔ ’’ماں‘‘ پر دوسری نظم استاد کی مدد سے پڑھیے۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو دس دس مرتبہ تحریر کیجیے۔

گویند۔ گرفتن۔ آموخت۔ غنچہ۔ شگفتن۔ بگرفت۔

بنہاد۔ شیوہ۔ دارمش

سوالات:

ا۔ انسان کو سب سے پہلے تعلیم کون دیتا ہے؟

۲۔ ماں بچے کو بولنا کیسے سکھاتی ہے؟

۳۔ ہمیں اپنی ماں سے کس طرح پیش آنا چاہیے؟

تفصیلی سوالات:

ا۔ مندرجہ بالا اشعار کی تشریح اردو، انگریزی یا ہندی زبان میں کریں۔

۲۔ ایرجؔ مرزا کی سوانح حیات بیان کریں۔

۳۔ ایرجؔ مرزا کی شاعری پر ایک نوٹ لکھیے۔

فارسی قواعد

قواعد Grammer

ا۔ کلمہ

جولفظ معنی رکھتا ہواور مفرد ہواس کوکلمہ کہتے ہیں۔

مثال: دل ،در، وغیرہ

۲۔ اسم

اسم وہ کلمہ ہے جوکسی انسان،مقام،یاچیز کا نام ہو۔

مثال: شاہد، دہلی، کوہ، دریا وغیرہ

اسم کی متعدد قسمیں ہوتی ہیں۔

قواعد فارسی میں اسم کی تقسیم دوطرح سے کی گئی ہے۔

(i) معنی کے اعتبار سے

(ii) اشتقاق اور بناوٹ کے اعتبار سے

۳۔ فعل

فعل وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کے ہونے یا کرنے کا پتہ چلتا ہے۔

فعل کے لغوی معٰنی کام ،حرکت کے ہیں فعل وہ کلمہ ہے جوکسی کام کے ہونے کو بتائے چاہے

زمانہ گذشتہ،موجودہ یا آئندہ میں ہو۔

مثال: بچہ رورہا ہے۔ وہ بازار سے آتا ہے وغیرہ

زمانہ کے اعتبار سے فعل کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔

(i) ماضی (ii) حالی (iii) مستقبل (iv) مضارع

۴۔ صفت

صفت وہ کلمہ ہے جس سے کسی چیز کی اچھائی، برائی اور حالت کا پتہ چلتا ہے۔

مثال: خوبصورت۔ کالا۔ گرم۔ ٹھنڈا۔ قریب وغیرہ

۵۔ ضمیر

ضمیر وہ کلمہ ہے جو اسم کی جگہ پر استعمال کیا جائے۔

مثال: وہ، وہ سب، تو، تم سب، میں، ہم وغیرہ

۶۔ واحد

واحد سے کسی اسم کے ایک ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ جیسے کتاب، دریا، نہر، قلم، آدمی، وغیرہ

۷۔ جمع

جمع سے ہم کو کسی اسم کے ایک سے زائد ہونے کا علم ہوتا ہے۔

واحد یعنی ایک اور جمع ایک سے زیادہ مثلاً مرد واحد ہے اور مردان اس کی جمع ہے۔ فارسی میں جمع بنانے کے لیے کسی جاندار چیز کے واحد کو جمع بنانے کے لیے آخر میں ''آن'' لگاتے ہیں اور بے جان کے آخر میں ''ھا'' اور کبھی اس کا الٹا ہو جاتا ہے کہ جاندار میں ''ھا'' اور بے جان میں ''آن'' لگاتے ہیں۔ مثلاً

مرد	مردان	زن	زنان	پسر	پسران
مرد	کئی مرد	عورت	کئی عورتیں	لڑکا	کئی لڑکے

جامہ	جامہا	کار	کارہا	دست	دستہا
لباس	کئی لباس	کام	کئی کام	ہاتھ	کئی ہاتھ

چشم	چشمان	اسپ	اسپہا	بندہ	بندگان
آنکھ	کئی آنکھیں	گھوڑا	کئی گھوڑے	بندہ غلام	کئی بندے کئی غلام

مردانِ خدا	خداوالے لوگ
زنانِ ہند	ہندوستان کی عورتیں
پسرانِ ما	ہمارے لڑکے
جامہ ہائی بندگان	بندوں کے لباس
کارہائی خدا	خدا کے کام
دستہائی شما	تمہارے ہاتھ
چشمانِ سیاہ	کالی آنکھیں
اسپہائی چابک	چالاک گھوڑے

مثال: کتابیں۔ گھوڑے۔ علماء۔ دواتیں وغیرہ

۸۔ مذکر

مذکر سے ہمیں کسی اسم کے نر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

مثال: باپ، برادر، شوہر، بچہ، بیٹا وغیرہ۔

۹۔ مؤنث

مؤنث سے ہمیں کسی اسم کے مادہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

مثال: ماں، بہن، زن، بچی، بیٹی وغیرہ۔

مذکر	مؤنث
پدر	مادر
پسر	دختر
مرد	زن
خان	خانم
والد	والدہ
شیر	شیرنی
شوہر	زن (بیوی)
برادر	خواہر
غلام	کنیز
گاؤ نر	گاؤ مادہ
دیو	پری

نَر	مادہ
سلطان	سلطانہ
ملِک	ملِکہ
شیر نر	شیر مادہ

۱۰۔ زمانہ

فارسی میں زمانے چار ہوتے ہیں۔

(i) ماضی

یعنی گذرا ہوا زمانہ اس کی چھ قسمیں ہیں۔

(الف) ماضی مطلق یا ماضی سادہ۔	وہ گیا۔
(ب) ماضی قریب	وہ گیا ہے۔
(ج) ماضی بعید	وہ گیا تھا۔
(د) ماضی شکّی یا احتمالی	وہ گیا ہوگا۔
(ہ) ماضی تمنائی	کاش وہ جاتا۔
(ز) ماضی استمراری یا ماضی ناتمام)	وہ آتا تھا۔

(ii) حال

موجودہ زمانہ کو کہتے ہیں۔

اس فعل کو کہتے ہیں جو موجودہ زمانہ میں ہی ہورہا ہو۔

مثلاً: آتا ہے۔ جاتا ہے۔

احمد مشق می کند	احمد مشق کرتا ہے
او بخانہ نمی رود	وہ گھر کو نہیں جاتا ہے
می روم	میں جاتا ہوں۔
تو بشہر می روی	تو شہر کو جاتا ہے

(iii) مستقبل

اس فعل کو کہتے ہیں جو آنے والے زمانہ میں کیا جائے۔ مثلاً وہ کل دہلی جائے گا۔

خواہد رفت	وہ جائے گا
تو کجا خواہی رفت	تو کہاں جائے گا
شنیدہ ام امروز نخواہد رفت	میں نے سنا ہے وہ آج نہیں جائے گا
خواہم رفت	میں جاؤں گا

(iv) مضارع

مضارع اس فعل کو کہتے ہیں کہ جس میں حال اور مستقبل دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اس کو بنانے کا کوئی مستقل قاعدہ نہیں ہے۔ لیکن عام طور سے مصدر کے ''دن'' یا ''تن'' کو ہٹا کر ''دال'' ساکن کرتے ہیں اور ''دال'' کے پہلے آنے والے حرف پر زبر لگا دیتے ہیں۔ کبھی کبھی ''دن'' اور ''تن'' سے پہلا والا حرف بھی بدلا جاتا ہے اور اس کے بعد باقی صیغوں کی علامتیں لگا دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر مندرجہ ذیل نقشے میں مصدر ''آمدن'' سے مضارع اس طرح بنایا گیا ہے۔

مصدر آمدن دن = آید

اب ''آمد'' کی 'م' کو 'ی' سے بدل کر صیغہ واحد غائب ''آید'' بنایا گیا ہے اور دیگر صیغے اس طرح بنائے جائیں گے۔

آید	وہ آتا ہے/ وہ آئے گا
آیند	وہ سب آتے ہیں/ وہ سب آئیں گے۔
آئی	تو آتا ہے /تو آئے گا۔
آئید	تم سب آتے ہو /تم سب آؤ گے۔
آیم	میں آتا ہوں/ میں آؤں گا
آیئم	ہم سب آتے ہیں/ ہم سب آئیں گے۔

مشق:

۱۔ ضمیر کو لکھ کر یاد کریں۔
۲۔ فعل کس کو کہتے ہیں؟
۳۔ استاد کے ساتھ مضارع کی گردان کی مشق کریں۔
۴۔ استاد کے ساتھ مل کر قواعد کو یاد کریں۔

سوالات:

ا۔ حال کس کو کہتے ہیں؟ دو مثالیں لکھئے۔

۲۔ صفت کی تعریف بیان کرتے ہوئے دو مثالیں لکھئے۔

۳۔ زمانے کتنے ہوتے ہیں؟

تفصیلی سوالات:

ا۔ مذکر و مؤنث کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کا چارٹ بنا کر مثالوں سے سمجھاتے ہوئے لکھیے۔

۲۔ مضارع کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کی گردان لکھئے۔

۳۔ واحد اور جمع کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کا چارٹ بنا کر مثالوں سے سمجھاتے ہوئے لکھیے۔